شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حقیقت کے آئینے میں

www.KitaboSunnat.com

تالیف
محترمہ اُمِّ عدنان بُشریٰ قمر حفظہا اللہ

نظرِ ثانی
فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

مکتبہ کتاب و سنت

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حقیقت کے آئینے میں

تالیف
محترمہ اُمِّ عدنان بُشریٰ قمر حفظہا اللہ

نظر ثانی
فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

مکتبہ کتاب و سُنّت ریحان چیمہ ڈسکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حقیقت کے آئینے میں

تالیف: محترمہ اُمِّ عدنان بُشریٰ قمر حفظہا اللہ

نظرثانی: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

اشاعت ـــــــ اگست 2020ء

کمپوزنگ ـــــــ نائلہ قمر و حسان قمر حفظہما اللہ

سیٹنگ ـــــــ ابوسفیان عزیزی

مطبع

بیت السلام پرنٹنگ پریس

042-37141518, 0321-7351350

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت

ریحان چیمہ۔ ڈسکہ

UMM UL QURA

سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ 0321-6466422

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- تقدیم ...فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ ---------- 9
- کلمۂ تشکّر ...محترمہ ام عدنان بشریٰ قمر حفظہا اللہ ---------- 13

ہجری تقویم اور محرم الحرام حقیقت کے آئینے میں

- ماہِ محرم کی فضیلت: ---------- 17
- 1- ہجری تقویم کا شرف وفضیلت: ---------- 21
- 2- دائمی تقویم: ---------- 21
- 3- مسلمانوں کے لیے انعام: ---------- 22
- 4- سالِ نو کی مبارک دینا؟ ---------- 23
- 5- اللہ کا مہینا: ---------- 24
- 6- محرم کے روزے کی اہمیت: ---------- 25
- سالِ نو کے پیغامات: ---------- 28
- محاسبۂ نفس: ---------- 29
- پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے قبل غنیمت: ---------- 34
- مصادر ومراجع: ---------- 39

نوجوانانِ جنت کے سردار...حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما

- 1- تاریخِ ولادتِ حسن رضی اللہ عنہ: ---------- 41
- 2- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت: ---------- 42

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- 3- نبی ﷺ کا پیغام امت کے نام: ---------- 43
- 4- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ:---------- 44
- 5- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرنا: ------ 45
- 6- عجیب منظر:---------- 46
- 7- پاکیزہ زبان: ---------- 47
- 8- خلافت کی ذمے داری:---------- 47
- مصادر ومراجع: ---------- 52

سیرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور واقعۂ کربلا

- مقام ومرتبۂ شہداء: ---------- 53
- حدیثِ رسول ﷺ کے حوالے سے شہداء کا مقام: ---------- 54
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت: ---------- 55
- نبی ﷺ کی محبت کا عالَم: ---------- 56
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابۂ رسول ﷺ کی محبت: ---------- 58
- آپ کی عبادت: ---------- 60
- شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ: ---------- 61
- واقعۂ کربلا کی حقیقت: ---------- 64
- مصادر ومراجع: ---------- 72

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوفے کی طرف روانگی اور شہادت

- شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ: ---------- 76
- پانی کی بوند کے لیے ترسنا؟ ---------- 77

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- خواتین کی بے حرمتی: ---------- 78
- نوشتۂ تقدیر: ---------- 79
- شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید: ---------- 79
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہلِ خانہ کے ساتھ یزید کا رویہ: ---------- 80
- یزید کون تھا؟ ---------- 80
- قاتلانِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ دنیا کے لیے نشانِ عبرت بن گئے: --------- 88
- مصادر و مراجع: ---------- 90

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور مقامِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

- مقامِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: ---------- 91
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ؟: ---------- 95
- شہادتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:---------- 96
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب: ---------- 98
- شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: ---------- 100
- شہادتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ: ---------- 103
- خوارج کا تعارف: ---------- 105
- ایک سوال: ---------- 108
- سراسر بدعت: ---------- 108
- مصادر و مراجع: ---------- 112

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

اما بعد: قارئینِ کرام وقارئاتِ محترمات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

درس و تدریس اور وعظ وتبلیغ کے سلسلے میں ہمارے تجربے میں یہ بات آئی ہے کہ اس عمل کا دوطرفہ فائدہ ہوتا ہے۔ حاضرین وسامعین کوئی نہ کوئی نئی بات سنتے یا بھولی ہوئی بات کو تازہ کر لیتے اور اس پر عمل کر کے اپنی دنیا وآخرت سنوارنے میں لگے رہتے ہیں اور مدرس یا واعظ ومبلغ اپنے خطبے، درس یا لیکچر کی تیاری کرتا ہے اور اپنے موضوع سے متعلق مواد جمع کرتا ہے، جس سے خود اسے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ نئی باتیں اس کے سامنے آتی ہیں یا بھولی بسری باتیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ اس طرح روز بروز اس کے علم میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یوں واعظ ومبلغ ساری عمر طالب علم بھی رہتا ہے اور دوسروں کی تعلیم وتدریس کا فریضہ بھی انجام دیتا رہتا ہے۔ یہ استفادہ وافادہ کا عمل اس کی شخصیت کو صیقل کرتا رہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے علم کو بھی جلا بخشتا ہے۔ لیکن ان مفادات کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے درس، خطبہ، وعظ یا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکچر کی خوب تیاری کرے۔ ورنہ چند رٹی رٹائی باتوں کو ساری عمر بھی دہراتے رہیں گے تو ان سے کیا علمی فائدہ ہوگا۔

علمائے سلف و مشائخ کرام کے ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ صرف ایک درس کی تیاری کے لیے سو سے زیادہ کتابوں کے متعلقہ مقامات کا مطالعہ کرتے تھے۔ وعظ ایک خداداد ملکہ وفن ہے اور واعظ کا ہتھیار اس کا علم ہے۔

زمانۂ طالب علمی میں ہمارے منشی فاضل (فاضل فارسی) کے کورس کی ایک کتاب ''چہار مقالہ'' تھی۔ پہلے پہل اس میں اور پھر بعد میں کئی کتب میں ایک بات پڑھی کہ جہالت یا جہل کی دو قسمیں ہیں:

1- جہلِ مفرد 2- جہلِ مرکب

جہلِ مفرد یہ ہے کہ کسی کو کسی بات کا علم نہیں اور اگر سائل اس کے بارے میں سوال کرے تو وہ کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں۔ یعنی علم نہیں اور علم نہ ہونے کا اقرار بھی ہے۔ ایسا شخص اس مسئلے میں اور اسی طرح پیش آمدہ دیگر مسائل میں بحث وتحقیق کرے گا اور عالم ہوتا جائے گا۔ جبکہ جہل مرکب یہ ہے کہ جانتا بھی نہیں اور نہ جاننے کا اعتراف بھی نہیں، بلکہ سائل کے سوال کو جیسے تیسے بھگتا دے گا۔ اللہ اللہ اور خیر سلّا!

ایسا آدمی عمر بھر عالم نہیں بن سکے گا، کیوں کہ اس میں ازدیادِ علم کی جستجو ہی نہیں۔ لہٰذا مدرسین و واعظین اور خطبائے کرام سے ہماری درخواست ہے کہ دروس و خطبات کے لیے خوب تیاری کیا کریں، روز بروز آپ کا علم بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ

زیرِ نظر کتاب ''شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ... حقیقت کے آئینے میں'' ہماری اہلیہ ام عدنان بشریٰ قمر۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاهَا لِكُلِّ خَيْرٍ۔ کے چند ہفتہ وار دروس کا مجموعہ ہے جو سعودی عرب کے مشرقی صوبے اور بالخصوص الخبر شہر میں خواتین کے حلقوں میں دیے گئے۔ ان کے ہر ہفتے میں عموماً دو درس اور کبھی کبھی تین درس ہوتے ہیں جن کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تین ضخیم مجموعے پہلے بحمد اللہ ''گلدستہ دروسِ خواتین'' 2 جلد اور ''زاد المبلّغات'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْهَا صَالِحَ الْأَعْمَالِ.

مولفہ حفظہا اللہ نے دروس کی تیاری کے دوران ہی میں اس بات کا التزام کیا کہ ان میں واعظانہ قصے کہانیاں، من گھڑت وضعیف اور لااصل ومنکر روایات نہ آنے پائیں، کیوں کہ ان سے گریز میں ہی سلامتی اور صحیح وحسن درجے کی احادیث میں ہی خیر و برکت ہے۔

ہم نے کتاب کے مضامین کی ترتیب وتبویب اور زبان کی قدرے تنقیح و تہذیب کرکے اس کی نوک پلک سنوارنے کا کچھ کام کیا ہے۔ کتاب میں وارد تمام احادیث و مضامین باحوالہ ہیں۔ جہاں کہیں کچھ کمی تھی اسے بھی ہم نے پورا کر دیا ہے اور جناب حافظ شاہد رفیق صاحب حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کی معاونت نے کتاب کے معیار و اعتبار میں چار چاند لگا دیے ہیں، اور انھوں نے ہی اپنے ادارے ام القریٰ پبلی کیشنز کی طرف سے اس کی طباعت و اشاعت کا اہتمام بھی کیا ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْراً.

اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں دامے درمے قدمے سخنے کسی بھی طرح حصہ لینے والے تمام احباب اور خصوصاً محترمہ ام عبداللہ آمنہ ایوب حفظہا اللہ زوجہ جناب محمد ایوب مشتاق صاحب حفظہ اللہ کے ہم شکرگزار ہیں، جنھوں نے اپنے والدین اور بعض دیگر بہن بھائیوں کے ایصالِ ثواب کے لیے اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے کے لیے تعاون کیا۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

اللہ تعالیٰ ان کے والدین اور دیگر اقارب کی مغفرت فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین

ہم اپنی لختِ جگر نائلہ قمر۔ سلمها اللّٰه۔ اور عزیزم حسان قمر۔ سلمه اللّٰه۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے بھی شکر گزار ہیں جنھوں نے ان دروس کی کمپوزنگ کا کام سرانجام دیا۔ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنْهُمَا وَوَفَّقَهُمَا لِلْأَكْثَرِ.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجموعے کی مولفہ ام عدنان قمر حفظہا اللہ کی یہ علمی خدمت قبول فرمائے، انھیں مزید توفیق سے نوازے، صحت و عافیت سے رکھے اور اس کتاب کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور قارئینِ کرام و قارئاتِ محترمات، خصوصاً خواتین اور بالأخص دعوت و ارشاد اور تعلیم و تدریس کے شعبے سے منسلک واعظات و مدرّسات کے لیے دروس کی تیاری میں تعاون کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

مترجم شرعی کورٹ الخبر و داعیہ متعاون

جمعیات الدعوۃ والارشاد (دعوہ سنٹرز) بالخبر والراکہ

والدمام۔ سعودی عرب

بروز بدھ۔ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ = 2020\8\12ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۂ تشکّر

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

اما بعد: معزز قارئینِ کرام و قارئاتِ محترمات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپنی اس کتاب کے لیے نئے سرے سے کچھ لکھنے کے بجائے مَیں پہلے مجموعۂ دورس ''گلدستہ دروسِ خواتین'' کے لیے لکھے گئے کلمات کو ہی کافی سمجھتے ہوئے معمولی ترمیم کے بعد یہاں دوبارہ درج کر رہی ہوں۔ اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان و کرم ہے مجھ پر اور اس پاک ذات کا شکر ادا کرنے سے میری زبان قاصر ہے کہ جس نے مجھ ناچیز کو اس چھوٹی سی سعادت کی توفیق بخشی۔ بے شک اس کی رحمت و کرم اور توفیق کے بغیر کوئی کام ممکن نہیں۔ الحمد للہ

رب رحمٰن کا شکر ادا کرنے کے بعد میں اپنی آپا استاذۂ محترمہ رحمہا اللہ (آسودۂ خاک بمبانوالہ، سیالکوٹ) کے لیے بھی دعا گو ہوں جن سے دیگر ہزاروں طالبات کی طرح میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پاک کلام قرآنِ کریم اور احادیثِ رسول ﷺ کا علم حاصل کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی قبر کو تا حدِ نگاہ وسیع فرما دے۔ آمین

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد میں اپنے رفیقِ حیات اور استاذِ محترم ابو عدنان محمد منیر قمر صاحب ﷾ کی بھی دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کام کے لیے مجھے تیار کیا اور پھر میری ہمت افزائی کی۔ چونکہ درس کے متعلق مواد جمع کرنا، لکھنا اور پھر اس کو حوالوں کے ساتھ تیار کرنا میرے لیے کافی مشکل تھا اگرچہ ناممکن نہ تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جب رحمت کرتا ہے تو اپنے بندوں پر آسانیاں فرما دیتا ہے۔ والحمدللہ

اللہ رب العزت ابو عدنان قمر ﷾ کو احسن جزا دے کہ انھوں نے آج سے تقریباً بیس سال پہلے ایک درس کا کچھ حصہ میرے لیے تیار کیا اور پھر مجھے خود سے لکھنے کے لیے کہا اور ساتھ ساتھ اپنے مفید اور ماہرانہ مشوروں سے میری راہنمائی فرمائی، اور پھر میرے ان درسوں کی کتابی شکل کے بارے میں اپنی قیمتی رائے اور تجویز کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، انھوں نے اپنے قیمتی وقت اور انتہائی مصروفیات کے باوجود نہ صرف یہ کہ درسوں کو کتابی شکل دینے کے لیے ترتیب دیا، بلکہ کئی بار ان پر نظر ثانی فرمائی اور میری اس کوشش کی بطریقۂ احسن اصلاح فرمائی اور میرے ان درسوں کی نوک پلک کو سنوارا اور ان کے لیے مقدمہ بھی لکھا۔

یہ میرے لیے ایک عظیم اعزاز ہونے کے علاوہ باعثِ حوصلہ و ہمت افزائی بھی ہے۔ میں اپنے ربِ کریم کا شکر ادا کرنے کے بعد ان کی بھی بے حد شکر گزار ہوں، انھوں نے اس کتاب کے لیے قدم قدم پر میری راہنمائی فرمائی ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں سے بھی میں نے بہت استفادہ کیا ہے۔ میں ان کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کی صحت و عمر اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور انھیں ان کے لیے فلاح و نجات کا ذریعہ بنائے۔ اللّٰھُمَّ آمین.

میں اپنی لختِ جگر نائلہ قمر اور اپنے بیٹے حسان قمر کی بھی تہہ دل سے شکر گزار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ انھوں نے میرے ان دروس کو کمپوز کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ اسی طرح میں اپنی لختِ جگر نادیہ قمر کی بھی بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے ہمارے درسوں کے مسودے کو نہ صرف مرتب کیا، بلکہ کافی حصہ کمپوز بھی کیا ہے۔ میری ان سب کے لیے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بیش از پیش توفیقِ خیر سے نوازے اور انھیں دنیا و آخرت میں بہترین بدلے سے نوازے اور ان کے اس عمل کو ذریعۂ سعادت ونجات بنائے۔ آمین

میں اُن تمام کرم فرماؤں کا بھی شکر یہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنھوں نے اس کتاب کی طباعت واشاعت میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان کے لیے ذریعۂ فلاح ونجات بنائے۔ اللّٰھُمَّ آمین.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

دعاؤں کی طلب گار

ام عدنان بشریٰ قمر بنت محمد صادق ڈھلو

الخبر ۔سعودی عرب

۲۲/ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ = ۱۲/اگست ۲۰۲۰ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہجری تقویم اور محرم الحرام
حقیقت کے آئینے میں

خطبہ مسنونہ اور حمد و ثنا کے بعد:

ماہِ محرم کی فضیلت:

ماہِ محرم بہت ہی عظیم اور بابرکت مہینا ہے، یہ ہجری سال کا پہلا اور حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا سورۃ التوبہ (آیت: ۳۶) میں فرمان ہے:

﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ﴾

''بے شک مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتاب (لوحِ محفوظ) میں بارہ کی ہے، اُسی دن سے جب سے آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں، یہی درست دین ہے۔''

﴿ فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴾ سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ یعنی ابتدائے کائنات کے وقت سے ہی اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے مقرر فرمائے ہیں جن میں سے چار حرمت والے ہیں، ان میں قتال و جدال کی بالخصوص ممانعت ہے۔ اسی بات کو نبی ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

''زمانہ گھوم گما کر پھر اس حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی تھی۔''

اسی کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایک سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین پے در پے: ذو القعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا رجب ہے جو جمادیٰ الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔''[1]

اور زمانہ اسی حالت پر آ گیا ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت مشرکین عرب اپنے مقصد کے لیے مہینوں میں جو تقدیم و تاخیر کرتے تھے یہ اس کے خاتمے کا اعلان ہے۔یعنی ان مہینوں کا اسی ترتیب سے ہونا جو اللہ نے رکھی ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں اور یہی حساب صحیح اور ان کا عدد مکمل ہے اور اب یہ گھوم گھما کر اسی ترتیب پر آ گئے ہیں جو ابتدائے کائنات کے وقت تھی۔

ان مہینوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [التوبة: ٣٦]

''تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے وہ تم سب سے لڑتے ہیں، اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔''

ان حرمت والے مہینوں میں قتال کر کے ان کی حرمت پامال کر کے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرو۔اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے وہ تم سے لڑتے ہیں، لیکن حرمت والے مہینے گزرنے کے بعد، الّا یہ کہ مشرکین آپ کو لڑنے پر مجبور کریں، پھر حرمت والے مہینوں میں بھی تمھارے لیے لڑنا جائز ہوگا۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی کفر و زیادتی اور گمراہی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٦٦٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩_ ١٦٧٩)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ﴾ [التوبة: ٣٧]

''مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے، اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں۔ ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں، تاکہ اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کرلیں، پھر اسے حلال بنالیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔''

﴿ اَلنَّسِيٓءُ ﴾ کے معنیٰ پیچھے کرنے کے ہیں، عربوں میں بھی حرمت والے مہینوں میں قتال و جدال اور لوٹ مار کو سخت ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا، لیکن مسلسل تین مہینوں کی حرمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قتل و غارت سے اجتناب ان کے لیے بہت مشکل تھا۔ اس لیے اس کا حل انھوں نے یہ نکال رکھا تھا کہ جس حرمت والے مہینے میں وہ قتل و غارت گری کرنا چاہتے اس میں وہ کر لیتے اور اعلان کر دیتے کہ اس کی جگہ فلاں مہینا حرمت والا ہوگا، مثلاً: محرم کے مہینے کی حرمت توڑ کر اس کی جگہ صفر کو حرمت والا مہینا قرار دے دیتے، اس طرح حرمت والے مہینوں میں وہ تقدیم و تاخیر اور ادل بدل کرتے رہتے تھے، اسی کو نسیٔ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت فرمایا کہ یہ کفر میں زیادتی ہے، کیوں کہ اس ادل بدل سے مقصود لڑائی اور دنیاوی مفادات کے حصول کے سوا کچھ نہیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی اس کے خاتمے کا اعلان یہ کہہ کر فرما دیا کہ زمانہ گھوم گھما کر اپنی اصلی حالت میں آ گیا ہے، یعنی اب آئندہ مہینوں کی یہ ترتیب اسی طرح رہے گی جس طرح ابتدائے کائنات سے چلی آ رہی ہے۔

ایک مہینے کی حرمت توڑ کر اس کی جگہ دوسرے مہینے کو حرمت والا قرار دینے سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چار مہینے حرمت والے رکھے ہیں ان کی گنتی پوری رہے، یعنی گنتی پوری کرنے میں اللہ کی موافقت کرتے تھے، لیکن اللہ نے قتال و جدال اور غارت گری سے جو منع کیا تھا اس کی انھیں کوئی پروا نہ تھی، بلکہ انھیں ظالمانہ کارروائیوں کے لیے ہی وہ ادل بدل کرتے تھے۔ اللہ کی کتاب میں مہینوں کی کُل تعداد بارہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعیین کے مطابق اسلامی سال کا پہلا مہینا محرّم انہی چار مہینوں میں سے ایک ہے۔[1]

اسی ماہ سے تمام مسلمانوں کے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے۔اور تاریخِ اسلام کا تمام تر سرمایہ اِنہی قمری مہینوں اور ہجری تا ریخ ہی سے وابستہ ہے۔

میری بہنو! ہجری سنہ کا استعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں شروع ہوا، اس سے پہلے لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہجرت اور وفات کے درمیانی سنین کو خاص خاص ناموں سے موسوم کیا کرتے تھے، مثلاً ہجرت کے بعد والے سال کو ''سنہ اذن'' دوسرے کو ''سنہ امر بالقتال'' تیسرے کو ''سنہ تمحیص'' چوتھے کو ''سنہ ترفئہ'' پانچویں کو ''سنہ الزلزال'' چھٹے کو ''سنہ استیناس'' ساتویں کو ''سنہ استغفار'' آٹھویں کو ''سنہ استوار'' نویں کو ''سنہ براءۃ'' دسویں کو ''سنہ وداع'' کے نام سے یاد کیا کرتے تھے لیکن ظاہر ہے اس طرح سنین کا تسلسل قائم رکھنا ممکن نہ تھا۔

لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت سنہ ۱۷ ہجری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس طرف توجہ دلائی تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کو اسلامی سنہ کی ابتدا قرار دے کر اسلامی سنین کا شمار شروع کیا۔ چونکہ سنہ ۱۳ نبوت کے ماہ ذی الحجہ کے آخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا عزم کر لیا گیا تھا اور اس کے بعد جو

[1] تفسیر ابن کثیر (۳/ ۳۹٤)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چاند نکلا وہ محرم کا تھا اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشورے سے محرم کو ہجری سال کا پہلا مہینا قرار دیا گیا۔[1]

1- ہجری تقویم کا شرف وفضیلت:

میری بہنو! دین کی حفاظت وصیانت اور اس کی سربلندی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آبائی وطن مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اس کی ابتدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی تھی، یہ ہجری سنہ اس واقعہ کی یاد دلاتا ہے اور اگر دینی حس بیدار ہو تو دین کی بقا اور سربلندی کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

2- دائمی تقویم:

اسلامی یا ہجری تقویم کو یہ شرف وفضیلت بھی حاصل ہے کہ یہ جب سے تجویز ہوئی ہے اس میں کوئی ایک بھی تبدیلی نہیں لائی گئی جو دوسرے کیلنڈروں میں ہوتی رہتی ہے، کیوں کہ یہ انسانی دماغوں کی اختراع ہیں، اور ان کی بنیاد بھی کسی مضبوط چیز پر نہیں۔ مگر اسلامی کیلنڈر یعنی ہجری تاریخ میں خلافتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آغاز ہونے سے لے کر آج تک کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، اور نہ ہی رہتی دنیا تک اس میں کسی ترمیم وتہذیب کی ضرورت پیش آنے والی ہے، کیوں کہ اس تقویم کی بنیاد منشائے الٰہی کے عین مطابق چاند پر ہے اور چاند کو اللہ تعالیٰ نے سنہ وسال کی تعیین کا ذریعہ قرار دیا ہے، جیسا کہ سورت یونس (آیت: ۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾

''وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور

[1] فتح الباري، كتاب مناقب الأنصار، باب التاريخ، رقم الحديث (٣٤ ٣٩) رحمة للعالمين (ج:٣)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے منزلیں مقرر فرمائیں تاکہ اس کے ذریعے سالوں کی تعداد اور حساب کتاب معلوم کرسکو۔''

اللہ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں بنائیں۔ وہ یہ دلائل اُن لوگوں کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو عقل رکھتے ہیں۔ اور ایک جگہ سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۸۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ﴾

''(اے میرے نبی!) لوگ آپ سے چاند کی مختلف حالتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، انھیں بتادیں کہ یہ لوگوں کے لیے (کاروبار کے) اوقات اور حج کا وقت معلوم کرنے کے لیے ہے۔''

ارکانِ اسلام، حج و روزہ کا حساب اسی اسلامی کیلنڈر سے شروع کیا جاتا ہے۔ اور عیدین و قربانی جیسے شعائرِ اسلام کا تعلق بھی اسی اِسلامی تقویم کے ساتھ ہی ہے۔ اس آیت سے اور مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ سال کے ۱۲ ماہ اور ہر ماہ کے آغاز اور تاریخ کا پتا چلانے کا ربانی ذریعہ چاند [ہلال] ہے، تمام شرعی امور، مثلاً: رمضان، حج، یومِ عرفہ، یومِ نحر و قربانی، یومِ عاشوراء، ایامِ تشریق اور ایامِ بیض چاند ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔

3- مسلمانوں کے لیے انعام:

اس ہجری کیلنڈر کی ایک فضیلت وصفت یہ بھی ہے کہ اس میں عدل و انصاف اور مساوات و ہمہ گیری پائی جاتی ہے، مثلاً: اگر شمسی یا عیسوی تقویم کے حساب سے گرمی یا سردی کے کسی مہینے کو رمضان کی جگہ روزے کا مہینا قرار دے دیا جاتا تو یقیناً آدھی مسلم دنیا کو آسانی اور آدھی ہمیشہ کے لیے مشکل میں مبتلا ہو جاتی، کیوں کہ دسمبر کا مہینا جو نصف شمالی دنیا کے لیے سب سے سرد اور چھوٹے دنوں والا ہوتا ہے یہی مہینا نصف

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جنوبی دنیا کے لیے سب سے گرم اور طویل دنوں والا ہوتا ہے، مگر اسلام کی ہمہ گیری کا تقاضا یہ تھا کہ تمام عالمِ اسلام کو اس سلسلے میں برابری میسر آئے اور ہجری کیلنڈر کے حساب سے ماہِ رمضان کے روزوں کو یہ سہولت میسر ہے کہ پورے عالَم کے مسلمانوں کو کبھی گرمی اور کبھی سردی، کبھی بہار اور کبھی خزاں میں پورے روزے رکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ (الہجرہ۔ احمد عبدالغفور عطار)

میری بہنو! مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتنا بڑا انعام ہے، مگر آج کا مسلمان اپنی اس شناخت اور شاندار ماضی کی روایات کو نظر انداز کرتا جا رہا ہے۔ لوگ اپنی اصلی تاریخ سے نا آشنا ہو رہے ہیں۔ بہت سے مسلمان آپ کو ایسے ملیں گے جنھیں ہجری تاریخ کا پتا تو درکنار، ہجری سال کے بارہ مہینوں کے نام ہی آتے ہوں، اس سے بڑھ کر افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ انگلش کیلنڈر کے پہلے مہینے کا آغاز ہو تو ہم ''ہیپی نیو ائیر'' کہتے ہوئے ایک دوسرے کو ملتے ہیں، لیکن اس کے برعکس جب ہمارا اپنا اسلامی سال شروع ہوتا ہے تو ''سالِ نو مبارک'' یا ''ہیپی نیو ائیر'' کہنا تو کجا، یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہمارا، یعنی مسلمانوں کا سال شروع ہو چکا ہے۔ ہاں تاریخ کے ایک المناک سانحہ و حادثہ [شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ] کی وجہ سے صرف اتنا معلوم ہوجاتا ہے کہ محرّم شروع ہوگیا ہے۔

4- سالِ نو کی مبارک دینا؟

نئے سال کی مبارک کے حوالے سے میں ایک بات کہنا چاہوں گی اور وہ یہ کہ الشیخ ابن باز، الشیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہما اللہ، الشیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ۔ ان سے پوچھا گیا کہ نئے ہجری سال کی مبارک باد دینے کا حکم کیا ہے؟ کیا ہمارے لیے ایک دوسرے کو نئے ہجری سال پر مبارک باد دیتے ہوئے خیر و برکت کی دعا دینا یا یہ کہنا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہ سال بھر تم خیریت سے رہو یا اسی طرح کا میسج وغیرہ لکھنا جائز ہے؟ اگر کوئی ہمیں مبارک باد دے تو اسے جواب دینا چاہیے؟ اگر جواب دیں تو کیسے دیں؟

اس سوال پر شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا: صحیح یہی ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو مبارک باد دیتا ہے تو اسے جواباً مبارک باد دو، لیکن نئے سال کی مبارک باد دینے میں خود پہل نہ کرو، مثلاً: اگر کوئی شخص آپ کو کہتا ہے: ہم آپ کو نئے سال کی مبارک باد دیتے ہیں، تو آپ اسے جواب میں یہ کہیں: اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و بھلائی عطا فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے خیر و برکت کا سال بنائے، لیکن آپ خود پہل نہ کیجیے، کیوں کہ میرے علم میں نہیں کہ سلف رحمہم اللہ میں سے کسی ایک سے یہ ثابت ہو کہ وہ نئے سال پر کسی کو مبارک باد دیتے ہوں۔ اور ہاں یہ بات بھی آپ کے علم میں ہونا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے محرم کے مہینے کو نئے سال کی ابتدا نہیں بنایا، بلکہ یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شروع ہوا تھا۔[1]

اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نئے سال کی مبارک باد دینے میں ابتدا نہیں کروں گا، لیکن اگر مجھے کوئی مبارک دے تو میں جواب ضرور دوں گا، کیوں کہ جواب دینا ضروری ہے، لیکن مبارک دینے کی ابتدا کرنا سنت نہیں اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے اور نہ ہی اس سے روکا گیا ہے۔

5- اللہ کا مہینا:

اسلامی سال کا یہ پہلا مہینا بڑی فضیلت وعظمت والا ہے، جیسا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ محرّم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہوئے اسے "شهرُ اللّٰه" یعنی "اللہ کا

[1] موسوعة اللقاء الشهري و الباب المفتوح، سوال نمبر (٨٥٣) طبع أول، ناشر مكتب الدعوة و الإرشاد عنيزه القصيم.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مہینا'' قرار دیا ہے۔[1]

اس مہینے کی حرمت کی تاکید کے لیے اسے محرم کا نام دیا گیا۔ چنانچہ ان حرمت والے چار مہینوں میں گناہوں سے خصوصی طور پر پرہیز کریں، کیوں کہ ان مہینوں میں گناہ دیگر مہینوں کی نسبت زیادہ سنگین ہے۔ اگر چہ ظلم کسی بھی وقت ہو وہ جرم ہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان چار مہینوں میں ظلم کو مزید سنگین قرار دیا ہے۔ اس لیے ہمیں بھی ان کی عظمت کا اعتراف کرنا چاہیے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے عظمت بخشی ہے اور مسلمانوں کے اسلامی سالِ نو کا آغاز بڑے ہی مہذّب و مقدّس انداز سے ہونا چاہیے۔

6- محرم کے روزے کی اہمیت:

ماہِ محرّم کے ساتھ ہی ہم چونکہ اپنی عمرِ عزیز کے نئے سال کا آغاز کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں اس نئے سال کا پُر جوش اور بھرپور استقبال کرنا چاہیے۔ اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سالِ نو کا افتتاح روزے رکھ کر کیا جائے جو عبادت کے ساتھ ساتھ شکرانِ نعمت بھی ہوگا۔ ماہِ محرّم کا روزہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور مسنون طریقہ بھی یہی ہے، ماہِ محرم کے روزوں کے بارے میں صحیح مسلم اور سننِ اربعہ: ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا:

((أَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ؟))

''رمضان المبارک کے روزوں کے بعد افضل روزے کون سے ہیں؟''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِي تَدْعُونَهُ الْمُحَرَّمَ))[2]

''اللہ کے اس مہینے کے روزے جسے تم محرّم کہتے ہو۔''

---

[1] مختصر صحيح مسلم للمنذري بتحقيق ألباني (ص: ١٦٠)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٥٥، ٢٠/ ١١٩٣)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اگر زیادہ نہ ہوسکیں تو کم از کم ایّامِ محرّم کے سرتاج دن ''یومِ عاشوراء'' کا روزہ تو ضرور ہی رکھنا چاہیے، کیوں کہ اس کی فضیلت کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ یومِ عاشوراء کا روزہ گذشتہ پورے ایک سال کے گناہوں کا کفّارہ ہوگا۔''[1]

بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہودیوں کو یومِ عاشوراء کا روزہ رکھتے دیکھا تو پوچھا:

((مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهٗ؟))

''تم لوگ جس دن کا روزہ رکھتے ہو یہ کیا ہے؟''

تو انھوں نے بتایا کہ یہی وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ان کے دشمن [فرعون اور اس کے لشکر] سے نجات دلائی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا تھا تو اس پر بطورِ شکرانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا، لہٰذا ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ تو نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((فَنَحْنُ أَحَقُّ وَ أَوْلَى بِمُوْسىٰ))[2]

''حضرت موسیٰ علیہ السلام پر [بحیثیّت نبی] میرا حق تم سے زیادہ ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، لیکن یہودیوں کے روزے کی مشابہت دور کرنے کے لیے یومِ عاشوراء سے ایک دن پہلے نو محرم کا روزہ بھی رکھو۔[3]

---

[1] صحيح مسلم مع نووي (٤/ ٨/ ٤٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٠٠٤)

[3] مصنف عبد الرزاق (١٥/ ٢٨٧، رقم الحديث ٧٨٣٩) و سنده صحيح، السنن الكبرىٰ للبيهقي (١٠/ ٢٨٧)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا نو کا روزہ رکھنا مسنون ہے، کیوں کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَئِنْ عِشْتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُوْمَنَّ الْيَوْمَ التَّاسِعَ»

''اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں نو محرّم کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا۔''

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشادِ گرامی ہے:

''کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ وفات پا گئے۔''[1]

چنانچہ دس محرم کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنا افضل ہے۔ کسی وجہ سے نو محرم کا روزہ نہ رکھا جا سکے تو دس اور گیارہ محرم کا روزہ رکھنا چاہیے۔

میری بہنو! محرم کے مہینے میں نبی ﷺ کی احادیث میں روزے کے علاوہ اور کچھ ثابت نہیں، جو کچھ بھی ہے باطل ہے، مثلاً:

1- یوم عاشوراء کو اس نیت سے سرمہ لگانا کہ سارا سال ہماری آنکھیں ٹھیک رہیں گی۔

2- اسی طرح اچھا لباس پہننا۔

3- اپنے گھر والوں کے لیے کھانے میں کشادگی کرنا۔

4- مخصوص نماز ادا کرنا، ان کاموں کے فضائل میں ایک بھی حدیث ثابت نہیں۔

یہ بدعت اور غیر مشروع ہے۔[2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یوم عاشوراء کو جو کھانے پکانے اور تقسیم کرنے کے طور پر منایا جاتا ہے، یہ بدعت ہے، یہ اصل میں ناصبیوں یعنی اہلِ بیت کی شان میں تنقیص کرنے والوں کی بدعت ہے۔ اور جو اس میں ماتم کیا جاتا ہے یہ اس سے بھی بدترین بدعت ہے، اور یہ رافضیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں

[1] صحيح مسلم (١/ ٧٩٨) و شرحه للنووي (٨/ ١٢)

[2] شيخ ابن باز رحمہ اللہ، المجموع للفتاوىٰ (٢٦ / ٢٥٢)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تنقیص کرنے والوں کی معروف بدعت ہے۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس نے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑا اور جاہلیت والے بول بولے، وہ ہم میں سے نہیں۔''[2]

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ ادنیٰ مشابہت سے بھی بچنا چاہیے، خواہ وہ عبادت میں ہو یا عقائد میں ہو، عادات واطوار میں ہو یا رسم ورواج میں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»[3]

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔''

سالِ نو کے پیغامات:

میری بہنو! اسلامی سالِ نَو اپنے ساتھ کئی پیغامات لاتا ہے:

سب سے پہلے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عمر کا ایک اور سال مکمّل کر دیا ہے، یعنی ہماری کُل عمر میں سے ایک سال اور کم ہوگیا ہے۔ اس لیے ہمیں فکر مند ہونا چاہیے کہ ہماری عمر کا بیلنس کم ہو رہا ہے۔ اور سالِ نو کے آغاز کو موقعِ غنیمت سمجھتے ہوئے یہ دعائیں مانگنا چاہیے:

اے اللہ! ہمارے الجھے ہوئے پیچیدہ انفرادی، جماعتی اور ملکی و عالمی مسائل کو سلجھا دے۔

اے ہمارے رب! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! اسلام اور ہمارے

---

[1] منهاج السنة (٨/ ١٥٣)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٣)

[3] صحيح البخاري معلّقاً، رقم الحديث (٢٩١٦) صحيح أبي داود، رقم الحديث (٤٠٣١) صحيح الجامع، رقم الحديث (٢٨٣١) مسند أحمد، رقم الحديث (٥١١٤)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مقدّس مقامات کا تحفظ فرما۔ اے اللہ! شام، یمن، کشمیر اور برما سمیت تمام مسلمانوں کو جہاں جہاں بھی مسلمان پریشان ہیں ان سب کی پریشانیوں کو دور فرما دے۔ اے اللہ! ہمیں صحت و عافیّت اور جانی و مالی خوشی عطا فرما۔ اے اللہ! اس نئے سال میں ہمیں سالِ ماضی کی نسبت کارِ خیر اور نیکی وتقویٰ کی زیادہ سے زیادہ توفیق سے نواز۔ اللہ! ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

محاسبۂ نفس:

اسلامی سال کے آغاز پر ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی ہمّت وفکر کے مطابق اپنے سالِ ماضی کا بھرپور جائزہ لے کہ میں نے ارکانِ اسلام اور اللہ و رسول ﷺ کے احکام میں کہاں کہاں کوتاہی کی ہے؟ اور کن کن نیک کاموں میں حصہ لیا ہے؟ اور ہم نے نیکیاں کرکے کیا کمایا، اور برائیوں میں پڑ کر کیا گنوایا ہے، کیوں کہ نامۂ اعمال کے میزان پر رکھے جانے سے پہلے ہمیں خود اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے، کیوں کہ اللہ والے تو ہر رات کو سونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں کہ آج ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ چنانچہ اپنی سوچ وفکر اور ترجیحات کا معیار بلند کریں۔ اور توجہ ان چیزوں پر دیں جو ہمارے دین و دنیا کے لیے نفع بخش ہوں، کیوں کہ انسان خود عظیم نہیں ہوتا، بلکہ اس کا کردار عظیم ہوتا ہے۔

بہت ہی خوش نصیب ہے وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کا موقع مل جائے، یہ اس کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ اطاعت گزاری کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے اوپر عائد ہونے والے اللہ رب العزت کے حقوق پہچان لیں، کیوں کہ اطاعت گزاری انسان کو بلندیوں تک لے جاتی ہے، اور اطاعت گزاری والا شخص دنیا وآخرت میں معزز ومکرم ہوتا ہے، بلکہ برگزیدہ ترین شخصیات کی رفاقت بھی پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجبور کرتی ہے۔ اور یہی جنت میں جانے کا باعث بھی ہے۔

میری بہنو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گزاری سے انسان اپنے مستقبل سے بے خوف ہو جاتا ہے اور اس سے دل کی اصلاح بھی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں پورا جسم صحیح رہتا ہے۔ اطاعت گزاری شیطان کے خلاف محاذ آرائی میں کارگر ہتھیار ہے، اور مومن ان سے بھرپور استفادہ کرتا ہے، اسی لیے مومن اپنے رب سے اطاعت گزاری پر ثابت قدمی کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

کیوں کہ وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یوں ہی بے کار پیدا نہیں کیا اور یہ کہ ہم جو چاہیں کرتے پھریں! اور کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں، اللہ نے ہمیں پیدا کیا پھر ہماری طرف رسول بھیجے، اپنی کتابیں اتاریں اور پھر ان کے ذریعے ہمیں زندگی گزارنے کا ضابطہ بتایا ہے۔ تاکہ ہم ان کے طریقے کے مطابق اللہ کی اطاعت و بندگی کریں، کیوں کہ یہ دنیا جائے امتحان اور فانی ہے اور آخرت نتائج کی جگہ اور دائمی ہے۔ اور اچھے نتائج کے بدلے تو جنت ہی ہے۔

ہم تو جنت کے رہائشی ہیں، وہ جنت جہاں پر ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام رہا کرتے تھے۔ ہمیں تو وقتی طور پر زمین پر اتارا گیا تاکہ ہم ایک چھوٹا سا امتحان پاس کر کے دوبارہ اپنے آبائی وطن لوٹ سکیں۔ اس زمین پر وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے آبائی وطن، یعنی جنت کے لیے بھرپور کوشش کرے۔ تاکہ وہاں سب ایک ساتھ جنت میں رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک کو جنت سے نوازا جائے اور دوسرے کا ٹھکانا جہنم ہو۔ چنانچہ دنیا وی رعنائیوں میں دل مت لگائیں، کیوں کہ ہر گزرتا لمحہ آپ کو قبر اور حساب کے قریب دھکیل رہا ہے۔

زندگی جس قدر بھی لمبی ہو جائے آخرت کے مقابلے میں انتہائی مختصر ہے اور خواہشات لازوال ہیں۔ لہٰذا مختصر زندگی کو لازوال زندگی کے لیے غنیمت سمجھیں اور اپنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باقی سانسوں کو کامیابی کا ضامن بنالیں۔ اگر آج ہم اپنا محاسبہ کرتی رہیں گی تو کل قیامت کے دن حساب دینا آسان ہوگا۔ ورنہ اس دن یہ آرزوئیں کوئی فائدہ نہ دیں گی:

﴿يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ [النبأ: ٤٠] ''کاش! میں مٹی ہوتا۔''

﴿يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ﴾ [الفجر: ٢٤]

''اے کاش! کہ میں نے اپنی اُس زندگی کے لیے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا۔''

﴿يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ [الفرقان: ٢٨]

''ہائے افسوس! کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔''

﴿يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [النساء: ٧٣]

''کاش! کہ میں بھی ان کے ہمراہ ہوتا تو بڑی کامیابی کو پہنچتا۔''

﴿يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا﴾ [الكهف: ٤٢]

''کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا۔''

﴿يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[الأنعام: ٢٧]

''ہائے افسوس! کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔''

مگر ایسی آرزوئیں اور ارمان موت کے بعد پورے ہونا ناممکن ہے، لہٰذا اسی زندگی میں اپنی اصلاح یعنی محاسبۂ نفس بہت ضروری ہے، کیوں کہ یہ وہ دن ہے جس کے متعلق اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾ [الحاقة: ١٨]

''جس دن تم بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاؤ گے، تمھارا کوئی راز اس دن چھپا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہ سکے گا۔''

یہ وہ کتاب ہوگی جس کو دیکھ کر انسان کہے گا:

﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا﴾

[الكهف: ٤٩]

''اور نامہ ہائے اعمال سامنے رکھ دیے جائیں گے، پس تم مجرموں کو دیکھے گا کہ وہ اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہونگے اور کہہ رہے ہونگے: ہائے افسوس! ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے جس میں کوئی چھوٹا بڑا عمل شمار کیے بغیر نہیں چھوڑا گیا۔''

اور سورۃ الحاقۃ (آیت: ۱۹ تا ۲۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴾

''سو جسے اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔''

جو اُس کی سعادت، نجات اور کامیابی کی دلیل ہوگا۔

﴿اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ﴾

''(وہ کہے گا) مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔''

یعنی آخرت کے حساب کتاب پر میرا کامل یقین تھا۔

﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٢١ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾

''پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا، بلند و بالا جنت میں۔''

﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝٢٣ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''جس کے میوے (پھل) جھکے پڑے ہوں گے۔ اُن سے کہا جائے گا مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گذشتہ زمانے میں کیے۔''

یعنی دنیا میں جنھوں نے اعمالِ صالحہ کیے ہوں گے جنت ان کا صلہ ہے، وہ جنت جس میں مختلف درجات ہوں گے، ہر درجے کے درمیان بہت فاصلہ ہوگا۔[1]

جنت کے پھل جنتیوں کے اتنے قریب ہوں گے کہ اگر کوئی لیٹے لیٹے بھی توڑنا چاہے گا تو ممکن ہوگا۔ اور اس سے اگلی آیت میں اس کے برعکس لوگوں کا ذکر کیا ہے:

﴿ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴾

[الحاقة: ٢٥]

''اور اگر کسی کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا کہ کاش! مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔''

کیوں کہ نامۂ اعمال کا بائیں ہاتھ میں ملنا بدبختی کی علامت ہوگا۔

﴿ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴾ ''اور میں جانتا ہی نہ کہ میرا حساب کیا ہے۔''

یعنی مجھے بتلایا ہی نہ جاتا، کیوں کہ سارا حساب ان کے خلاف ہوگا۔

﴿ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴾ ''کاش! کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی۔''

یعنی موت ہی فیصلہ کن ہوتی اور دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا تاکہ یہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا۔

﴿ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴾ ''میرے مال نے بھی مجھے کچھ فائدہ نہ دیا۔''

آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا، اور میں اکیلا ہی یہاں سزا بھگتنے پر مجبور ہوں۔

﴿ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴾ ''مجھ سے میری حکومت بھی جاتی رہی۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٩٠)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴾ ''(حکم ہوگا) اسے پکڑ لو، پھر اسے طوق پہنا دو۔''

﴿ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴾ ''پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔''

اللہ تعالیٰ یہ حکم ملائکۂ جہنم کو دے گا۔

﴿ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴾

''پھر اسے ایسی زنجیر میں، جس کی پیمایش ستّر ہاتھ کی ہے، (اس سے) جکڑ دو۔''

﴿ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴾

''بے شک یہ اللہ عظمت والے پر ایمان نہ رکھتا تھا۔''

یہ سزا کی علّت یا مجرم کے جرم کا بیان ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ اس دن کے لیے کچھ تیاری کرلیں، تاکہ اللہ کے حضور شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ ان تمام سزاؤں سے جو جہنم کی ہیں ان سے اپنے آپ کو بچالیں اور جنت کے مالک بن جائیں۔

پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے قبل غنیمت:

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''پانچ چیزوں سے قبل پانچ چیزوں کو غنیمت سمجھیں:

1- بیماری سے قبل صحت و تندرستی کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

جب تک آدمی تندرست ہوتا ہے کشادہ دلی اور اطمینان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے، لیکن بیماری کی حالت میں گرانی محسوس ہونے لگتی ہے۔

2- فقر و تنگدستی سے قبل خوشحالی۔

3- مصروفیت سے قبل فرصت۔''

میری بہنو! وقت اور سمجھ ایک ساتھ خوش نصیب لوگوں کو ملتے ہیں، کیوں کہ اکثر وقت پر سمجھ نہیں آتی اور سمجھ آنے تک وقت نہیں رہتا۔ آج اللہ نے آپ کو وقت

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے اور وقت اللہ کی وہ بیش بہا نعمت ہے جو اپنے مخصوص انداز اور مقررہ رفتار کے ساتھ گزرتا چلا جا رہا ہے۔ اور ہر آنے والا سال گذشتہ سال کو ماضی بنا دیتا ہے۔ سال تو اللہ کے حکم کے مطابق آتے اور گزرتے رہیں گے مگر اس وقت کو انسان نے کس طرح اور کن حالات میں گزارا، وہ باقی رہ جائے گا۔

4- بڑھاپے سے قبل جوانی کو۔

اس لیے کہ اپنے ماضی کے آئینے میں جھانک کر مستقبل کے لیے بہترین پروگرام مرتّب کریں، اور اپنے اللہ سے تجدیدِ عہد کریں کہ اے میرے رب! میں آج سے ہی سابقہ تمام کوتاہیوں کا یکے بعد دیگرے ازالہ کرتی رہوں گی۔

5- موت سے قبل مہلتِ زندگی کو۔

کیوں کہ موت کے ذریعے انسان کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، اور جب انسان اور عمل کے درمیان موت رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جاتی ہے تو انسان دنیا کی طرف واپس آنے کی تمنا کرنے لگتا ہے، تاکہ اسے عمل کا دوبارہ موقع مل سکے، لیکن اُس وقت حسرت و ندامت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔[1]

میری بہنو! میرے اور آپ کے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر انھیں اپنی طرف متوجہ کر کے یہ حدیث ارشاد فرمائی: اے عبداللہ بن عمر! اپنے نفس کا محاسبہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم سے اللہ کے حقوق میں کتنی کوتاہی ہوئی ہے اور بندوں کے حقوق میں کتنی؟ کیوں کہ اس سے حالات درست ہو سکتے ہیں، اور نفس کا دنیا کی طرف میلان ختم کر کے اسے عبادت میں لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: ''جب شیطان کو جنت سے

[1] شعب الإيمان للبيهقي (١٠٢٤٨) صحيح الجامع الصغير (١٠٧٧) مشكاة بتحقيق الألباني (٥١٠٢)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نکالا جا رہا تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں تیرے بندوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسم میں روح رہے گی۔''

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں اپنے بندوں کو اس وقت تک بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے۔''[1]

چنانچہ یہ ماہ محرم (سنہ ۱۴۴۲ھ) ہمیں پیغام دے رہا ہے کہ اپنی زندگی کو مفید، بامقصد اور صحیح کاموں میں استعمال کیا جائے اور اچھے اعمال کے ذریعے ان گھڑیوں کو اپنے حق میں حجت بنایا جائے تاکہ کل آنے والے وقت میں کامیابی نصیب ہو اور اللہ رب العزت کے سامنے مایوسی اور محرومی سے بچ سکیں اور اس کے لیے ذہنی و عملی طور پر تیاری کرنی چاہیے، مثلاً:

- سب سے پہلے اللہ کے حقوق ادا کرنے میں کوئی سستی یا غلطی نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے دل کے تعلق کو مضبوط بنائیں۔اور اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اعتراف کریں۔
- اسی طرح ہر قسم کی عبادات کو شوق و رغبت اور اتباعِ رسول ﷺ کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کریں۔اور اتباعِ رسول ﷺ میں ہی مسلمانوں کی کامیابی ہے۔
- ایسے ہی اپنے والدین کی خدمت اور رشتہ داروں کے حقوق کو ادا کرنے میں بہتری لانے کی کوشش کریں۔یعنی حقوقِ والدین اور حقوقِ عباد کا خیال رکھیں۔ کیوں کہ اتفاق سے رہنا مسلمان کی خاص شان ہے۔اور جو میاں بیوی ہمیشہ ناراض رہتے ہیں، انھیں خوش اسلوبی کے ساتھ رہنے کا عہد کرنا چاہیے، جسمانی

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٥٤٢)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور ذہنی طور پر ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔

میری بہنو! منزل پر وہی پہنچتا ہے جس کو حق کی تلاش ہو۔ شوہر ہو یا بیوی ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا معاملہ کریں۔ مرد کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''مومن مرد کو چاہیے کہ وہ مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی کسی ایک عادت تم ناپسند کرتے ہو تو دوسری خوبی تمھارے لیے رضا مندی اور خوشی کا سبب ہو سکتی ہے۔''[1]

- اہلِ خانہ اور بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دینا اپنا فرض سمجھیں۔
- نفع مند علم حاصل کرنا، ذاتی اصلاح کی منصوبہ بندی کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بیمار کی تیمارداری کرنا بھی اجر وثواب کے کاموں میں سے ہے۔
- اسی طرح معاشرے کے پسماندہ طبقات کی فلاح وبہبود کے لیے کوشش کرنا اور اعمالِ خیر میں بیش از پیش حصہ لینے کی کوشش کرنا اجر کے کام ہیں۔ لہٰذا ہر انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو نیکی کے کاموں میں مصروف رکھے، تاکہ آپ کا تعلق آپ کے رب کے ساتھ مضبوط بنا رہے۔
- محرم حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے، چنانچہ ضروری ہے کہ اس کی حرمت کا لحاظ رکھیں اور اس مہینے میں ہر ایسا کام کرنے سے بچیں جو کسی بھی طرح سے اس کی حرمت کو پامال کرتا ہو۔
- ہر قسم کے جھگڑے اور فتنہ وفساد سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔
- اپنی بہنوں اور بھائیوں کی جان، مال اور عزت کی حرمت کا خیال رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع

[1] صحیح مسلم (۲/ ۱۰۹)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے موقع پر فرمایا:

''تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمھارے آج کے دن کی، اس شہر کی اور اس مہینے کی حرمت ہے۔''[1]

❁ لہٰذا زبان اور عمل دنوں سے ہر ایسے کام سے بچیں جو دوسروں کی اذیت اور تکلیف کا باعث بنے یا جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہمیں فکرِ دین کی توفیق سے نوازے اور ہم سب کو صحیح دینِ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٣٩، ٦٧٨٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٧٩)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

- تفسیر ابنِ کثیر (جلد:۳)
- تفسیر احسن البیان — حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ
- صحیح بخاری
- صحیح مسلم
- ماہِ محرم — تالیف: مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ
- صدیقِ اکبر — مصنف: مولانا سعید احمد اکبر آبادی
- چند بدعات اور ان کا تعارف — مصنف: علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی
  تہذیب: ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ
- محرم الحرام — تالیف: علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ
  ومولانا عبد السلام رحمانی رحمہ اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نوجوانانِ جنت کے سردار... حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما

خطبہ مسنونہ اور حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے نزدیک شہدا کا بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے۔ شہادت اور اس کے فضائل کی تفصیل میں جانے سے پہلے میں نوجوانانِ جنت کے سرداروں کی مختصر سیرت بیان کرنا چاہتی ہوں۔

« قَالَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا »[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔''

اس حدیث کی ترجمانی شاعر نے بڑے پیارے انداز میں فرمائی ہے:

کیا بات ہے رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں حسن اور حسین پھول

1- تاریخِ ولادتِ حضرت حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گلشن میں یہ پھول سنہ تین ہجری میں کھلا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو رمضان کا مقدس مہینا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٩٩٤)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آپ غزوۂ بدر کے تقریباً ایک سال بعد شعبان ۳ ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وہ عظیم ہستی اور خوش قسمت انسان تھے کہ جن کا نام خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: ''اپنا بیٹا مجھے دکھاؤ اور اس کا نام کیا رکھا ہے تم نے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: حرب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس کا نام حسن ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ... آج ہم سب کے لیے یہ نام بہت معروف اور جانا پہنچانا ہے، مگر اُس وقت یہ شاید عام نام نہیں تھا جب ان کا نام رکھا گیا، اس دور میں ایسے نام رکھنے کا رواج نہیں تھا۔ سب کو عجیب لگا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نام کو سب کے دلوں میں محبوب بنا دیا۔ اور ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کی یہ کنیت آپ کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی رکھی تھی۔ اگر چہ محمد نام کا ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت خو برو، حسین اور پر وقار شخصیت کا مالک بنایا تھا۔ انھوں نے ہمیشہ دوسروں کی ذات کے حوالے سے فرائض ادا کرنے کو ترجیح دی۔ وہ پرہیز گاری اور زہد وتقویٰ کی بہترین مثال تھے۔ فصاحت و بلاغت کی خوبی ان کی شخصیت کی پہچان تھی، وہ بہت بردبار اور نرم مزاج تھے۔ اپنے اوپر ہونے والے ظلم و زیادتی کو انھوں نے ہمیشہ تحمل سے برداشت کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو لوگ انھیں تکلیف پہنچاتے ہیں، اس کا سبب ان کی جہالت ہے۔ اسی لیے وہ ان سے درگزر فرمایا کرتے تھے۔

2- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بہت انس اور محبت تھی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ حضرت حسن بن

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر دی تھی کہ وہ ایک خاص مقام اور فضیلت والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار لوگوں کو دیکھتے، دوسری مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کرتے اور فرماتے:

''بے شک یہ میرا بیٹا سردار ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔''[2]

3- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام امت کے نام:

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کی دعوت دی اور فرمایا:

''جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ حسن سے بھی محبت کرے۔ جو لوگ حاضر ہیں وہ دوسرے لوگوں تک اس پیغام کو پہنچا دیں۔''[3]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبت ایک خاص معنیٰ رکھتی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اکثر اپنے نانا جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کھیلا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے یوں کھیلنے سے بہت زیادہ لطف اندوز ہوتے تھے۔ کھیلتے وقت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٤٩)
[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٤٦)
[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٧٦٩)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بچے جو شرارتیں کرتے ہیں، جس طرح ناز دکھاتے ہیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی ویسے ہی کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے برداشت فرماتے اور تحمل کا مظاہرہ بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار عشاء کی نماز میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب سجدے کے لیے سر جھکاتے تو حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر چڑھ جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر اٹھاتے تو دونوں کو شفقت و پیار سے پکڑ کر زمین پر بٹھا دیتے۔ جب نماز مکمل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔ میں نے عرض کی: کیا میں انھیں ان کی والدہ کے پاس لے جاؤں؟ اس وقت آسمان پر بجلی چمکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے کہا: ''جاؤ اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بجلی چمکتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں اپنی والدہ کے پاس جا پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اکثر اپنے کندھے پر اٹھا لیتے تھے۔

4- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ:

امام زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سب سے زیادہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔[1] اسی بنا پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کے دل بے اختیار محبت سے لبریز ہو جاتے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب لوگوں کی نظر آپ پر پڑتی تو انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیتے ہوئے دن یاد آجاتے، ان کے دلوں پر غم کا سایہ سا چھا جاتا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے، بعض لوگ تو بلند آواز سے رونے کے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٥٢)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قریب ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب بھی ان کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔

5- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرنا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بہت عبادت گزار تھے، ایک شخص نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے رب کے حضور رقّت آمیز لہجے میں مناجات و سرگوشی کرتے سنا تو اس نے آپ سے کہا:

''کیا آپ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں؟ حالانکہ آپ کے پاس تو نجات کے راستے موجود ہیں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، آپ اس قابل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی شفاعت کریں اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جہاں تک میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہونے کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾

[المومنون: ۱۰۱]

''جب صور پھونکا جائے گا تو لوگوں کے درمیان تعلقات (رشتے ناتے) نہیں رہیں گے۔''

رہی شفاعت کی بات، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔'' (سورۃ البقرہ: ۲۵۵، آیۃ الکرسی)

رہا رحمت کا معاملہ! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾ [الأعراف: ١٥٦]

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''میں عنقریب یہ رحمت متقی اور زکات دینے والوں اور ہماری آیات پر ایمان رکھنے والے لوگوں کے لیے لکھ دوں گا۔''

6- عجیب منظر:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بہت سخی تھے، آپ کے اس عمل کا اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ آپ کتنے دریا دل تھے۔ ایک بار ایک باغ کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے قدم ٹھٹھک گئے۔ بڑا عجیب منظر نگاہوں کے سامنے تھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک حبشی غلام زمین پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کتا بھی بیٹھا تھا۔ غلام ایک لقمہ خود کھاتا اور دوسرا لقمہ اس کتے کے منہ میں ڈالتا تھا۔ کچھ دیر اس منظر کو دیکھنے کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قدم اس غلام کی طرف بڑھا دیے۔ قریب جا کر اس سے کہا: ''اے غلام! یہ کیا ماجرا ہے؟ تمھیں اس کام پر کس نے ابھارا ہے؟'' غلام مسکرایا اور بولا: ''مجھے اس بات سے بہت حیا آتی ہے کہ میں خود کھاؤں اور اسے نہ کھلاؤں۔''

حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر کچھ سوچنے لگے۔ پھر اس غلام سے کہا: ''تم یہیں ٹھہر کر میرا انتظار کرنا، میں ابھی آتا ہوں'' اتنا کہہ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس غلام کے آقا کے پاس گئے، اور اس غلام کو اس باغ سمیت خرید لیا جس میں وہ موجود تھا۔ پھر واپس اس غلام کے پاس پہنچے۔ غلام وہیں ان کا انتظار کر رہا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے تمھیں اور اس باغ کو خرید لیا ہے۔'' غلام نے حیرت سے اس وجیہہ نوجوان کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ ''آج سے تم آزاد ہو اور یہ باغ تمھارا ہے۔''

- حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب بات کرتے تو بہت حسین بات کرتے۔
- کسی کے ہم نشین ہوتے تو اس کی زندگی کو حسین بنا دیتے۔
- خاموش ہوتے تو ان کی خاموشی میں بھی دلکشی ہوتی۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

- جواب دیتے تو بہت شاندار جواب دیتے۔
- کسی کو کچھ عنایت کرتے تو خوب عطا کرتے۔

7- پاکیزہ زبان:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بہت پاکیزہ زبان کے مالک تھے، ان کی زبان سے کبھی کوئی برا یا سخت کلمہ ادا نہیں ہوا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت کی خوبیوں سے نوزا تھا، آپ کی خوبیوں کا اندازہ آپ کے ان اقوال سے لگایا جاسکتا ہے:

1. آپ سے دریافت کیا گیا کہ غنیمت کیا ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا: تقویٰ میں رغبت اور دنیا میں زہد، یہی غنیمت ہے۔

2. بیوقوفی کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''گھٹیا پن کی پیروی کرنا اور گمراہوں کی صحبت اختیار کرنا بیوقوفی ہے۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لوگوں کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے: تکبر، لالچ اور حسد۔ تکبر کی وجہ سے شیطان لعنتی ٹھہرا۔ اور لالچ نفس کا دشمن ہے، اسی لالچ کی بنا پر آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔ اور حسد برائی کا جاسوس ہے، اسی حسد کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی ایسے حکمت بھرے اقوال کی عکاسی کرتی ہے۔

8- خلافت کی ذمے داری:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی میں خلافت کی ذمے داری ادا کرنے کا وقت آ گیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں شہید کر دیا گیا تو لوگوں کی نگاہیں خلافت کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھیں، کیوں کہ آپ کی عادات و اخلاق قابلِ تعریف تھے۔ آپ ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہتے تھے۔ سخاوت اور بہادری

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آپ کی شان تھی، بردباری اور صبر آپ کی پہچان تھی۔

جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو خلیفہ چننے پر متفق ہو گئے تو لوگوں نے بیعت کرنا شروع کی۔ تقریباً چالیس ہزار سے زائد لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ آپ تقریباً سات ماہ عراق، خراسان، حجاز اور یمن کے علاقوں میں خلیفہ رہے۔

ادھر ملکِ شام میں امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی بیعت کی گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے بڑھ کر فتنہ و فساد کو ناپسند کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے خط و کتابت کے ذریعے ان سے رابطہ قائم رکھا اور باہمی تعلقات کو بہتر بنایا۔ اور ان سے یہ وعدہ کیا کہ اگر انھیں (معاویہ رضی اللہ عنہ کو) کوئی حادثہ پیش آ گیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ زندہ ہوئے تو وہ خلافت کی ذمے داری ان کے سپرد کریں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دینے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن کچھ لوگوں نے امیر معاویہ کی خلافت کو پسند نہ کیا، وہ چاہتے تھے کہ امیر المؤمنین کا منصب، یعنی خلافت صرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی کی ہو۔ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے ایک رائے قائم کی ہے، میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس میں میری پیروی کرو۔''

میں نے کہا: ''وہ رائے کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرا خیال ہے، میں مدینہ کا قصد کروں (مدینہ چلا جاؤں) اور وہاں قیام کروں اور خلافت والا معاملہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے چھوڑ دوں، کیوں کہ یہ فتنہ طول پکڑ گیا ہے، خون ریزی بھی ہو چکی ہے اور راستے بھی منقطع ہو چکے ہیں۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو امتِ محمدیہ کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے!''

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلافت کے حق دار ہونے کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ صرف اور صرف اس لیے کہ مسلمانوں کو آپس کی خون ریزی سے بچایا جائے۔

جبکہ ہر فرد اپنے حق کا تحفظ چاہتا ہے، حق مانگتا ہے، اگر نہیں ملتا تو چھین لیتا ہے، لیکن یہ ان لوگوں کا دستور ہے جنھیں دنیا سے پیار ہے اور جنھیں آخرت کی فکر ہو، اپنی عاقبت کا احساس ہو وہ حق چھیننا تو ایک طرف رہا، اپنا حق بھی قربان کر دیتے ہیں۔

میری بہنو! خاندانِ نبوت کا یہ شہزادہ بھی حق پر تھا، لیکن انھوں نے مسلمانوں کو آپس کی خون ریزی سے بچا لیا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔[1]

لوگ ان کے زہد و تقویٰ کے معترف تھے، ان کے صبر، برداشت اور تحمل کو جانتے تھے، حق کے لیے ان کی ثابت قدمی کو مانتے تھے، لیکن فتنہ و فساد اور آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے سے بچنے کے لیے انھوں نے اپنا حق قربان کر کے تو ایک نادر مثال قائم کر دی۔

خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد لوگوں کو اکٹھا کر کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حکمت و دانائی سے بھرپور خطاب فرمایا:

''لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلے والوں کے ذریعے سے تم کو ہدایت دی اور بعد والوں کے ذریعے تمھاری خون ریزی بند کروائی۔ لوگوں سنو! دانائیوں میں سے بہترین دانائی تقویٰ ہے اور شکستوں میں سے سب سے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٤٦)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بری شکست بد اعمالی ہے، اور یہ خلافت کا معاملہ جس کا میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف تھا، یا تو وہ اس کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں یا یہ میرا حق ہے جسے میں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اُمتِ محمدیہ کی بہتری اور تمھارے درمیان خونریزی بند کرنے کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔''

اسی بات پر سب کا اتفاق ہوا اور یوں آپس میں مسلمانوں کی صلح ہوگئی، یہ سنہ ۴۰ ہجری کی بات ہے۔ صلح والا یہ سال مسلمانوں میں ''عام الجماعة'' کے نام سے مشہور ہے، کیوں کہ مسلمانوں کا تفرقہ مٹ گیا اور وہ متحد ہو کر ایک جماعت بن گئے۔ اہلِ کوفہ میں سے بعض لوگوں نے صلح کرنے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طعنے بھی دیے، لیکن آپ نے ہر طعنے کو صبر سے برداشت کیا اور اپنی اس رائے پر قائم رہے جس میں اُمت کی صلاح و فلاح کے سوا کچھ پیشِ نظر نہ تھا۔

صلح کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چلے گئے اور باقی عمر اپنے نانا کے شہر مدینہ منورہ میں بسر کر دی۔ ان کے وقت کا زیادہ تر حصہ عبادتِ الٰہی میں صرف ہوتا تھا۔ جب آپ کی عمر سینتالیس سال ہوئی تو آپ اس دارِ فانی سے دار البقاء میں چلے گئے۔ آپ کی وفات پر آپ کے بھائی محمد بن علی آپ کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے:

''اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔ یقیناً آپ کی زندگی کی عزت آپ کی وفات سے زیادہ مضبوط ہوگئی ہے اور وہ روح بہت ہی خوب تھی جو آپ کے جسم کے ساتھ مل گئی تھی اور وہ جسم بہت ہی اچھا ہے جسے کفن نے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ ہدایت کا جوہر، متقیوں کے دوست اور (اہلِ بیت پر مشتمل) چادر والوں میں سے پانچویں فرد ہیں۔ آپ کو حق والی ہتھیلیوں نے غذا کھلائی اور آپ نے اسلام کی گود میں تربیت پائی۔ اگر چہ آپ کی جدائی کی وجہ سے ہمارے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دل خوش نہیں ہیں، لیکن آپ کے لیے ہماری خیر و بھلائی میں قطعاً شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے لوگو! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب وفات پا گئے ہیں۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابو محمد! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ یقیناً حق کے حمایتی تھے۔ آپ نبوت کی نسل سے ہیں اور حکمت و دانائی کا دودھ پینے والے ہیں۔ سو آپ اپنی روح کے ساتھ خوشبودار پودوں اور پر نعمت جنت کی طرف سدھاریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمھارے لیے اجر و ثواب کو عظیم بنا دے۔''

وفات سے قبل آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے گھر میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت طلب کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اجازت دے دی، لیکن مروان بن حکم اور بنو امیہ میں سے ان کے ساتھی آڑے آ گئے اور انھوں نے آپ کو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کرنے سے روک دیا۔ آپ کے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا ارادہ کیا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں بتایا کہ آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں خون بہانے سے روکا ہے۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے لڑنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

یہ تھی مختصر سیرت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

- تفسیر ابنِ کثیر (جلد:۳)
- تفسیر احسن البیان — حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ
- صحیح بخاری
- صحیح ترمذی
- سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ — تالیف: اشفاق احمد خاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیرتِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور واقعۂ کربلا

خطبہ مسنونہ اور حمد وثنا کے بعد:

﴿ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [الحج: ۵۸]

''اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (اس کی رضامندی کے لیے) ہجرت کی (وطن چھوڑا) پھر وہ شہید کر دیے گئے یا اپنی موت سے مر گئے (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ ان کو بہترین رزق عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ ہی سب روزی دینے والوں میں سے سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔''

مقام و مرتبۂ شہداء:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے شہادت کے مقام و مرتبے کی بڑی وضاحت بیان فرمائی، اس سلسلے میں قرآنِ کریم کے ایک دو نہیں بکثرت مقامات پر جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت وعظمت اور مقام و مرتبۂ شہادت کی رفعت و منزلت کو بیان فرمایا ہے۔ آپ مترجم قرآنِ پاک اٹھائیں، زیادہ نہیں تو کم از کم سورۃ البقرہ کی آیات: [۱۵۴، ۱۹۰، ۲۱۸]، سورت آل عمران کی آیات: [۱۵۷، ۱۶۹ تا ۱۷۷]، سورۃ النساء کی آیات: [۷۴ تا ۹۵]، سورۃ الانفال کی آیت: [۷۴]، سورۃ التوبہ کی آیات: [۲۰، ۴۱، ۱۱۱] اور سورۃ الحج کی آیت: [۵۸] کی تلاوت کریں اور ان کا ترجمہ دیکھیں کہ شہادت کا مقام

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ومرتبہ کیا ہے؟ اور ان کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟ اللہ رب العزت نے ان کے لیے کہیں فرمایا ہے:

''فی سبیل اللہ شہادت پانے والے لوگوں کو مُردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمھیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔''

اور کہیں انھیں رحمتِ الٰہی کے امید وار فرمایا، اور کہیں رحمت وبخشش کو اُن کا مقدّر بتایا ہے۔ کہیں فرمایا ہے کہ انھیں اللہ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے، اور وہ اللہ کے فضل واحسان اور نعمت وکرم پر خوش ہوں گے، اور کہیں پر فرمایا کہ انھیں کوئی غم یا خوف نہیں ہوگا۔ اور کئی مقامات پر ان کے لیے اجرِ عظیم اور بلند درجات ذکر فرمائے ہیں، اور انھیں ہمیشہ کے لیے رضائے الٰہی اور دائمی جنّت کی نعمتیں ملنے کی خوشخبری دی گئی ہے۔''

حدیثِ رسول ﷺ کے حوالے سے شہداء کا مقام:

قرآنی آیات کے علاوہ بے شمار احادیث میں بھی جہاد ومجاہدین اور شہادت و شہدا کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''جنت میں سو درجاتِ رفیعہ ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔''[1]

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''مجھے دو آدمی اپنے ساتھ لے کر اوپر چڑھ گئے اور ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا کہ ﴿لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا﴾ ''میں نے اس سے بڑھ کر

[1] صحيح البخاري مع الفتح (٢٧٩٠/ ١٤)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خوبصورت گھر کبھی دیکھا ہی نہیں۔'' اور انھوں نے مجھے بتایا: ''یہ گھر شہدا کے لیے تیار کیا گیا ہے۔''[1]

شہدا کو اللہ تعالیٰ جنت میں بلند مقام اور قربِ خاص سے نوازے گا، اور پھر اللہ ان سے پوچھے گا: ''کیا تمھیں کسی اور نعمت کی تمنّا ہے؟'' وہ کہیں گے: ''اے اللہ! ہمیں جو نعمتیں میسّر ہیں، ان سے بڑھ کر اور کیا طلب کریں؟ ہاں اگر ممکن ہو تو ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم دوبارہ تیری راہ میں شہید ہوں۔''[2]

اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کا بہت بڑا مقام ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''جہاد فی سبیل میں زخمی ہونے والا قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کے زخموں سے ایک ایسا رنگین مادہ بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ خون کا اور خوشبو کستوری کی ہوگی۔''[3]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہجرت کے چوتھے سال، شعبان کے مہینے میں پیدا ہوئے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

آپ کی پیدایش پر رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور آپ کو گُھٹی دی۔ رسول اللہ ﷺ ہی نے آپ کا نام حسین رکھا۔ ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا اور سر کے بال مونڈھے گئے۔

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپس میں گہری محبت رکھتے تھے۔ ان کی عمروں میں تقریباً ایک سال کا فرق تھا، لیکن ان کی آپس میں محبت دیکھ کر لوگ یہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٩١، ٦/ ١٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨١٧، ٦/ ٣٩)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٠٣، ٦/ ٢٤)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سمجھتے تھے کہ یہ جُڑواں بھائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حسنین رضی اللہ عنہما اور خاص طور پر حسین رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے اس بات کی تربیت دی تھی کہ بڑوں کا احترام کس طرح کیا جاتا ہے اور چھوٹوں سے کس طرح شفقت سے پیش آتے ہیں۔ دونوں کی باہمی محبت کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انھوں نے ان والدین کی گود میں پرورش پائی جو آپس میں محبت کرنے والے تھے اور بلا شک والدین کی باہمی محبت اور احترامِ متبادل سے اولاد پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جس محبت میں احترام نہ ہو، وہ ناقص اور ادھوری ہوتی ہے۔ احترام مکمل ہی محبت سے ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے، اور ان کا ہر حکم خوش دلی سے تسلیم کرتے تھے۔

نبی ﷺ کی محبت کا عالَم:

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر تھے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

''حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔''[1]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے کسی ضرورت کے تحت رسول اللہ ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ نبیِ کریم ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس چادر کے نیچے کیا ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے، جس کے لیے حاضر ہوا تھا، فارغ ہوا تو میں نے عرض کی: ''آپ نے یہ چادر کس پر اوڑھ رکھی ہے؟'' آپ ﷺ نے چادر اٹھائی تو آپ حضرت

[1] ترمذي، الحاكم (٣٧٦٨) الصحيحة للألباني (٢/ ٤٢٥) مسند أحمد (٣/ ١١٠١٢)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور اُن سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں نواسے دل و جان سے زیادہ عزیز تھے، لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے انھیں بے انتہا محبت تھی۔ یعلٰی بن مُرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ جو حسین سے محبت کرے، اللہ اس سے محبت کرے! حسین میری اولاد کی اولاد ہے۔''[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اکثر ان کلمات کے ساتھ دم کیا کرتے:

«أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ»[3]

''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر ایک شیطان کے شر سے، اور زہریلے جانور (سانپ، بچھو وغیرہ) سے اور ہر ایک آنکھ سے جو لگ جائے (یعنی نظرِ بد سے)۔''

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''تمھارے والد سیدنا ابراہیم علیہ السلام انہی کلمات کے ساتھ اسماعیل اور

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٤٧)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٧٧٥) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٤٤) مسند أحمد، رقم الحديث (١٧١١١) حديث حسن.

[3] صحيح البخاري (٤/ ١٩، رقم الحديث: ٣٣٧١)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسحاق علیہ السلام کو اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔'' (حوالۂ سابقہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مروان بن حکم میری بیماری کے دنوں میں میرے پاس آیا اور پوچھا: ''ابو ہریرہ! جب سے میرا آپ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوا ہے، جو چیز میں نے سب سے زیادہ محسوس کی ہے وہ آپ کی حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیماری کی حالت میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

''ایک دفعہ ہم نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو تیز کیا اور ان کے قریب آ کر اپنی لختِ جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''کیا بات ہے میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں؟'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''پیاس کی وجہ سے۔''

میری بہنو! اس بات پر غور کریں تا کہ جب بھی آپ ٹھنڈا میٹھا پانی پئیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی تلاش کیا مگر نہ مل سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا، لیکن کسی سے بھی پانی نہ ملا۔ اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ایک بچہ مجھے پکڑا دو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو پکڑ کر سینے سے لگایا، لیکن بچہ ابھی تک رو رہا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک بچے کے منہ میں ڈال دی۔ بچے نے زبان کو چوسنا شروع کر دیا حتی کہ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر ہم نے اس کے رونے کی آوز نہیں سنی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے بچے کو پکڑ کر اسی طرح کیا، وہ بھی خاموش ہو گیا۔ کیا یہ واقعہ دیکھنے کے بعد بھی میں ان سے محبت نہ کروں۔[1]

[1] مجمع الزوائد (٩/ ٨٣) وقال: رجاله ثقات. در السحابة للشوكاني (ص: ٢٤٢) وقال: إسناده رجاله ثقات.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی اس شدید محبت، پیار اور شفقت کو دیکھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے گہری محبت رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد دیگر صحابۂ کرام بھی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت اور ان کا دلی احترام کرتے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت نبی کریم ﷺ سے بہت ملتی تھی، ان کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کی یاد آجاتی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں بھائیوں سے بہت محبت کرتے تھے، ان کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ وہ ان کے قریب رہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی کیفیت یہ تھی کہ انھیں ہر اس چیز سے محبت تھی جس سے رسول اللہ ﷺ کو محبت ہوتی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے:

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے محمد ﷺ کے قرابت داروں (رشتے داروں) سے ملنا اپنے قرابت داروں سے ملنے سے زیادہ عزیز ہے۔''

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی دونوں بھائیوں کی بہت عزت و توقیر کرتے، اور ان سے بہت پیار کرتے۔ انھوں نے جب وظائف کے لیے فہرستیں مقرر کروائیں تو اصحابِ بدر کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی پانچ ہزار درہم مقرر کر دیے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کبھی سواری پر سوار ہونے لگتے تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی سواری کی رکاب تھام لیا کرتے تھے اور اس کو اپنے لیے ایک نعمت اور اعزاز سمجھتے تھے۔ عزار بن حریث رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، ان کی نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی تو فرمایا:

''یہ زمین پر رہنے والوں میں سے، آسمان والوں کو زیادہ محبوب ہے۔''

جب کبھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے، لوگ سلام کے لیے ان کی طرف ٹوٹ پڑتے، ایک ہجوم اکٹھا ہو جاتا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ محبت ان کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بچپن سے لے کر بڑی عمر تک یکساں انداز میں تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات دیکھتے تھے۔

آپ کی عبادت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذاتی زندگی عبادت، پختہ ایمان اور تقویٰ کا بہترین نمونہ تھی۔ وہ بہت زیادہ عبادت گزار اور کثرت سے روزے رکھتے، حج ادا کرتے۔ آپ کی دعاؤں اور عبادت کے دوران عجز و نیاز سے آپ کا تقویٰ بہت نمایاں ہو کر سامنے آجاتا تھا ہے۔ آپ اس طرح اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے:

''اے اللہ! تو ہی ہر مصیبت میں مجھے ثابت قدم رکھنے والا ہے۔ میں تیری رحمت کا امید وار ہوں۔ ہر تکلیف کو دور کرنے والا، ہر نعمت عطا کرنے والا تو ہی ہے جس کو تو تکلیف دے دے، اس پر احسان کرنے والا بھی تو ہی ہے۔

''اے میرے معبود! تونے مجھے نعمتیں عطا کی ہیں، مجھے شکر کرنے والا نہیں پایا۔ مجھے آزمایا، مجھے صبر کرنے والا نہیں پایا، تو نے میری ناشکری کی وجہ سے مجھ سے نعمتیں نہیں چھینیں اور نہ ہی میری بے صبری کی وجہ سے میری تکلیف ہمیشہ رہنے دی۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہت زیادہ سخی تھے، حضرت حسین کہا کرتے تھے: ''جس نے سخاوت کی وہ سرداری حاصل کر گیا، جس نے بخیلی کی اس نے ذلت کمائی۔'' اور یہ فرماتے: ''جو کسی کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اچھا بدلہ دے گا اور اللہ بھلائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' اور وہ فرمایا کرتے تھے: ''اے لوگو! سخاوت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرو۔'' ان سے جو بھی سوال کرتا، اس کو اتنا دیتے کہ اس کی فقیری دور ہو جاتی، تنگ دستی مٹ جاتی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ کسی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سوالی کو خالی نہیں لوٹاتے تھے۔

بہادری و شجاعت اور ثابت قدمی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے نمایاں اوصاف تھے۔ ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ تمھاری حوصلہ مندی سے کوئی حصہ مجھے بھی مل جائے۔'' حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ کی قوتِ گویائی (فصاحت و بلاغت) سے مجھے بھی کچھ حصہ مل جائے۔'' لیکن نصیب تو اللہ لکھتا ہے۔ لہٰذا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ایام یوں ہی گزر گئے حتیٰ کہ شہادت کا وقت آ گیا۔

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

میری مسلمان بہنو! سالِ نو اپنے ساتھ جو یادیں اور پیغامات لاتا ہے انہی میں سے تاریخِ اسلام کا ایک انتہائی اندوہناک واقعہ شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ہے، لہٰذا واقعہ شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تفصیلات میں جانے سے پہلے ہم آپ کو شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنے والے ظالموں کے انجام کے بارے میں کچھ بتا دیں۔ شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

1 حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> ''بارش کے فرشتے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذنِ باریابی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ہمارے اوپر دروازہ بند رکھو تاکہ کوئی داخل نہ ہونے پائے، یہاں تک کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کودتے ہوئے آ گئے، اور اندر داخل ہو گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر چڑھنے لگے تو یہ دیکھ کر فرشتے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت ہے؟

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ہاں! فرشتے نے عرض کی: آپ کی امت ان کو قتل کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں یہ قتل کیے جائیں گے؟ یہ کہہ کر فرشتے نے اپنا ہاتھ مارا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ مٹی دکھائی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے لی اور اپنی اوڑھنی کے ایک کنارے میں اس کو باندھ لیا۔''[1]

حدیث کے راوی ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ جگہ کربلا ہے یا وہ کربلا میں شہید کیے جائیں گے۔ حافظ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

2 دوسری حدیث جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے، اس میں وہ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لیٹے اور جب بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قدر سست اور افسردہ تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ لیٹ گئے اور سو گئے اور جب بیدار ہوئے تو سست تھے، مگر پہلے سے کم، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر لیٹ گئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کیسی مٹی ہے؟ فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ (حسین رضی اللہ عنہ) کو عراق کی سرزمین میں قتل کیا جائے گا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا: مجھے اس زمین کی مٹی دکھاؤ جس پر وہ قتل کیا جائے گا تو انھوں نے مجھے یہ مٹی دی۔''[2]

3 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

---

[1] مسند إمام أحمد (١٣٥٧٣، ١٣٨٣٠) مجمع الزوائد للهيثمي.

[2] مستدرك للحاكم (٤٨٧١)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''میں نے نبی ﷺ کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ پراگندہ بال غبار آلود حالت میں کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جو آج میں اس میں جمع کرتا رہا ہوں، ہم نے اس دن کو شمار کیا تو یہ وہی دن تھا جس میں وہ قتل کیے گئے تھے۔''[1]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے متعلق جن حدیثوں کو پیش کیا گیا ہے، ان سے جہاں ان کی (اور ان کے بیٹوں، بھتیجوں اور ساتھیوں کی) شہادت کا ثبوت ملتا ہے وہیں ان سے یہ تعین بھی ہو جاتا ہے کہ ان کو کربلا میں شہید کیا گیا تھا۔

یہ ایک ناخوشگوار حادثہ تھا جو وقوع پذیر ہوا، اور عواقب و انجام کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ امتِ مسلمہ کے لیے ایک منحوس ترین واقعہ ثابت ہوا، کیوں کہ اس کے بطن سے بے شمار بُرائیوں اور گمراہیوں نے جنم لیا اور اس سے بدعات وخرافات کا وہ طوفان اٹھ کھڑا ہوا کہ اس دن کا جو اصل ومشروع کام تھا وہ بدعات کے اس طوفان میں مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ جبکہ ماہِ محرم کا وہ دن جسے رسول اللہ ﷺ نے روزے کا دن قرار دیا اور اسے کفارۂ سیّئات ٹھہرایا تھا (افسوس کہ) اُس دن روزہ رکھنے کے بجائے بے شمار بدعات وخرافات کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور حلیم وبردباری اڑائی جاتی ہے۔

واقعۂ کربلا اور حضرت حسین و یزید کے بارے میں غیر صحیح روایات کا اتنا انبار لگا دیا گیا ہے کہ ان کے سبب بہت سے اہلِ علم بھی حقائق کا سراغ لگانے سے قاصر رہ جاتے ہیں اور غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اب تو صورتِ حال یہ ہوگئی ہے کہ محرم کا

[1] مسند إمام أحمد (٢١٦٥، ٢٥٥٣)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مہینا شروع ہوتے ہی حادثۂ کربلا کی یاد شروع ہو جاتی ہے، اسٹیج سجنے لگتے ہیں اور شیعوں وخرافیوں ہی کے حلقے میں نہیں، بلکہ خرافات سے خود کو مستثنیٰ سمجھنے والوں کے حلقوں میں بھی بڑا زور وشور پیدا ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات اہلِ حدیث، اہلِ سنت اور حلقۂ دیوبند کے اسٹیج وصحافت سے بھی انھیں موضوع ومجمل روایات کا بیان بلا نقد و تحقیق ہونے لگتا ہے۔

اور بڑے بڑے ثقہ حضرات تک فضائلِ محرم و حادثہ کربلا وشہیدِ کربلا سے متعلق بے سروپا روایات کو پورے زور وقوت کے ساتھ بیان کرتے نظر آتے ہیں اور پوراعشرہ بلکہ مہینا تقاریر کا یہ سلسلہ چلتا ہے اور وعظ و بیان کی محفلیں جمتی ہیں، اُن کی بلا سے روایات بے بنیاد ہوں، خلافِ تحقیق ہوں، اس کی کوئی پروانہیں، یہی وجہ ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے بھی اس موضوع پر تحقیقی معلومات سے عموماً عاری ہوتے ہیں، وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملے میں جذبات کا شکار ہو جاتے ہیں اور فضائلِ محرم اور یومِ عاشوراء کی بابت بے بنیاد روایتوں کو صحیح اور حقیقت سمجھتے ہیں۔

واقعۂ کربلا کی حقیقت:

کربلا کا میدان عراقی دار الحکومت بغداد کے جنوب میں ''فرات'' سے نکلنے والی ایک نہر کے پاس واقع ہے۔ جس وقت کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو نہایت بیدردی اور بے رحمی سے شہید کیا گیا تھا، اس وقت شہرِ بغداد کا کوئی وجود نہیں تھا۔ بعض صحیح حدیثوں میں کربلا کا ذکر آیا ہے۔

واقعہ کربلا جب وقوع پذیر ہوا تھا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو تقریباً نصف صدی کا عرصہ گزر چکا تھا۔ محرم ۶۱ھ میں یہ واقعہ پیش آیا جو کہ سانحۂ کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ اسلامی تاریخ کا مشہور ترین واقعہ بن گیا ہے۔ اس واقعے نے استحقاق سے زیادہ ہمیں اپنی طرف کھینچا اور ضرورت سے زیادہ ہمیں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الجھا دیا ہے۔ اس واقعہ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ اس کو نیکی و بدی، یا جمہوریت و ملوکیت کی لڑائی کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ قطعاً بے بنیاد بات ہے۔ میری بہنو! حبِّ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اتنے رسم و رواج وضع کر لیے گئے کہ ؎

یہ امّت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخِ اسلام کا کوئی اکلوتا واقعہ نہیں ہے، بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اعلیٰ اعلیٰ مقاصد کے لیے لڑے اور شہید ہوگئے، مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے، نہ اُن کے اتباعِ اخیار نے اور نہ ائمۂ عظام نے سال بہ سال ان کے تذکرۂ شہادت کی محفلیں منعقد کیں، نہ اُن کی برسی منائی، نہ اُن پر سالانہ عزا و ماتم کا سلسلہ جاری کیا، حادثۂ کربلا کے بعد ہی کی پیداوار ائمۂ کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور حسن بصری و پیرانِ پیر شیخ جیلانی وغیرہ ائمہ و اولیا و بزرگانِ دین ہیں رحمہم اللہ، کیا اِن حضرات نے بھی اس حادثے کے سلسلے میں وہ سب کچھ کیا جو آج کیا جا رہا ہے؟ یا وہ سب کرنے کو کہا جس کا اِس مہینے کا آغاز ہوتے ہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے؟ محرم الحرام کا مہینا آتے ہی جابجا ماتمی محفلیں آراستہ ہونے لگتی ہیں اور طرح طرح کی بدعات و خرافات کا سیلاب امڈ پڑتا ہے، اور واعظین شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر لوگوں کے جذبات اس قدر مجروح کر دیتے ہیں کہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام رحمہم اللہ جیسے نفوسِ قدسیہ پر بھی زبان درازی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑا کرتے۔

میری بہنو! بلاشبہہ سانحۂ کربلا مسلمانوں کے لیے ایسا الم انگیز واقعہ ہے کہ اس نے اسلام کی چولیں ہلا ڈالیں اور اسی کی وجہ سے مسلمانوں میں کتنے فتنے پیدا ہوئے، لیکن کربلا کے جو واقعات اور قصے بیان کیے جاتے ہیں ان میں سے زیادہ تر صحیح نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ان کے بیان میں بہت ساری سچائیوں پر پردہ ڈال کر من گھڑت قصوں اور افسانوں کا سہارا لیا گیا ہے۔ خاص طور سے شیعوں نے اس سلسلے میں وہ گل افشانیاں کی ہیں کہ الامان و الحفیظ! ان قصوں اور افسانوں اور کہانیوں کے ذریعے اسلامی تاریخ میں بے سروپا باتیں داخل کر دی گئی ہیں جو مسلمانوں میں فتنوں کا سبب بن گئیں، اور اس بات کا اعتراف بعض حقیقت پسند شیعہ مؤلفین نے بھی کیا ہے، چنانچہ شیعہ مؤلف شاکر حسین لکھتے ہیں:

''واقعہ کربلا کے بارے میں صدہا باتیں گھڑی گئی ہیں، ان واقعات کی تدوین عرصۂ دراز کے بعد ہوئی، رفتہ رفتہ اختلاف کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سے الگ کرنا مشکل ہوگیا۔''[1]

واقعاتِ کربلا کو بیان کرنے والے اکثر رواۃ جھوٹے، مجہول، غیر معتبر، غالی اور اکثر شیعہ ہیں، انھوں نے مبالغہ آرائیوں اور داستانوں سے بھرے ہوئے واقعات بیان کیے اور بہت سی روایتیں خود گھڑی ہیں، اور مؤرخین نے ان کو بلا تحقیق اور بلا کسی نقد وتبصرہ کے نقل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ واقعاتِ کربلا کی اصل حقیقت سے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ناواقف رہ گیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے سلسلے میں طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہوگیا، واقعاتِ کربلا کے بیان میں تاریخ کی کتابوں میں اتنا تضاد ہے کہ ان میں واقعہ کی صحیح نوعیت کی پہچان بڑا مشکل امر ہے اور کون سی روایت صحیح ہے اور کون سی غلط ہے اس کی تمیز کرنا بھی آسان کام نہیں ہے۔

آئندہ صفحات میں واقعۂ کربلا کو اسلامی تاریخ، ائمہ رجال کی کتب، حقیقت پسند مؤلفین، اعتدال کے خوگر مؤرخین اور ائمہ کی تحریروں کی روشنی میں ہم نے مختصر

[1] مجاہدِ اعظم: از شاکر حسین (ص: ۱۷۸) بحوالہ: آؤ محرم کی حقیقت تلاش کریں، از: ظہور احمد قریشی (ص: ۲۳)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انداز میں آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ واضح رہے کہ اس تحریر میں تاریخ کی وہ روایتیں لینے کی کوشش کی گئی ہے جن پر اکثر مؤرخین متفق ہیں، اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا کربلا میں قتلِ عام ہوا، اس وقت یزید ابنِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی اور عراق کا گورنر عبید اللہ بن زیاد تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے چار سال پہلے ۵۶ھ میں اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ ۶۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلے ان لوگوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جو لوگ آپ کی بیعت کے مخالف تھے۔ چنانچہ انھوں نے والیِ مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا کہ جن لوگوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی ان لوگوں کو اپنے یہاں طلب کر کے بغیر مہلت دیے ان سے بیعت لے لو۔ ولید نے سب سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یزید کا خط دکھایا اور بیعت کی درخواست کی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھ جیسے سے سری بیعت کو تم لوگ کافی بھی نہیں سمجھو گے، جب سب لوگوں کی بیعت کے لیے آپ بیٹھیں گے تو مجھ کو بھی بلا کر بیعت لے لینا۔''
>
> چنانچہ ولید جو عافیت پسند تھے، انھوں نے کہا: ''ٹھیک ہے، اللہ کے نام پر آپ جائیے اور پھر لوگوں کے ساتھ آجائیے گا۔''[1]

ولید نے آپ کو رخصت دے دی اور آپ اسی رات ۲۷ یا ۲۸ رجب ۶۰ھ اتوار کو مکہ کے لیے روانہ ہوگئے۔[2] مکہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بغیر بیعت کیے تقریباً چار

[1] تاريخ طبري (٥/٣٣٩، ٣٤٠)

[2] تاريخ طبري (٥/ ٣٤١)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ماہ سے زیادہ رہے۔ اس مدت میں اہلِ کوفہ کی طرف سے تحریروں کے ساتھ ان کے وفود آتے رہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یقین دلاتے رہے کہ اہلِ کوفہ یزید کی خلافت سے راضی نہیں ہیں، وہ آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے طلبی کے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط پہنچ چکے تھے جو نمایاں اور سرکردہ لوگوں کے دستخط کے ساتھ تھے، تو انھوں نے جواب میں لکھا:

''تمھارے مقصد سے میں آگاہ ہوا، اور میں اپنے بھائی حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کو جو میرے معتمدِ خاص ہیں، تمھارے پاس بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تمھارے حالات سے مجھے باخبر کریں، اگر انھوں نے یہ لکھا کہ کوفہ کے رؤساء اور اہل الرائے میری امامت کے خواہاں ہیں تو آجاؤں گا، حقیقت یہی ہے کہ امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرے اور عدل و انصاف پر قائم رہے۔''[1]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ روانہ کر دیا اور ہدایت کی کہ ایسے راستے سے جاؤ کہ کسی کو علم نہ ہو سکے اور وہاں پہنچ کر دیکھنا کہ لوگ میری امامت پر متفق ہیں یا نہیں، اور جو کچھ انھوں نے لکھا ہے اس پر قائم ہیں یا نہیں؟

حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کوفہ پہنچے اور خفیہ طور سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لینے لگے، لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ تاریخی روایتوں کے مطابق تقریباً اٹھارہ ہزار لوگوں نے بیعت کی، انھوں نے یہ صورتِ حال دیکھ کر فوراً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ جتنی جلدی ہو سکے کوفہ تشریف لے آئیں، آپ کے لیے زمین بالکل ہموار ہے۔ ادھر حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کی

[1] تاريخ طبري (٥/ ٣٥٣)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سرگرمیاں زیادہ دنوں تک مخفی نہرہ سکیں، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما جو انصارِ مدینہ میں سے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے وقت سے کوفہ کے گورنر چلے آرہے تھے، جب انھیں حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خفیہ بیعت لینے کی سرگرمیوں کی خبر ملی تو انھوں نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور تقریر کی:

''اے لوگو! فتنہ آرائی اور تفرقہ بازی میں مت پڑو، اس میں ناحق جانیں جاتی ہیں، خون بہتا ہے اور مال چھینے جاتے ہیں، میری پالیسی اس بارے میں سن لو، جب تک مجھ پر حملہ نہیں ہوگا میں کسی پر حملہ نہیں کروں گا، نہ تمھیں برا بھلا کہوں گا، نہ شبہے اور تہمت میں پکڑوں گا، لیکن اگر تم نے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنچایا، یعنی بیعت توڑی اور یزید کے خلاف کھڑے ہوئے تو قسم ہے اللہ کی میں تم پر تلوار چلاؤں گا، جب تک میرا ہاتھ اس کے قبضے پر رہے، چاہے تم میں سے کوئی بھی میرا ساتھ دینے والا نہ ہو۔ ویسے مجھے امید ہے کہ تم میں وہ لوگ زیادہ ہونگے جو حق کو پہچانتے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو باطل کے لیے حق کا نام لیتے ہیں۔''[1]

عبد اللہ بن مسلم نامی ایک شخص جو بنی امیہ کے حلیفوں میں سے تھا اس نے گورنر کی یہ تقریر سن کر کہا کہ یہ مناسب پالیسی نہیں ہے، بلکہ یہ نرم پالیسی ہے، لیکن پھر بھی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے اپنی اس پالیسی کو تبدیل نہیں کیا، بنی امیہ کے خیر خواہوں نے صورتِ حال یزید کو لکھ کر بھیجی اور لکھا:

''اگر تم نے کوفے کے گورنر کو تبدیل نہیں کیا تو تمھیں کوفہ سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔''

یزید نے یہ جان کا فوراً حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو معزول کرکے ان کی

[1] تاريخ الطبري (٥/ ٣٥٥، ٣٥٦) البداية و النهاية لابن كثير (٧/ ١٠٢)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جگہ پر عبید اللہ بن زیادہ کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور اسے ہدایت دی کہ فوراً کوفہ پہنچ کر حضرت مسلم رحمہ اللہ کو نکال دو یا قتل کر دو، خلیفہ کا یہ حکم پا کر ابنِ زیاد کوفہ آیا اور اعلان کر دیا:

''میں فرمانبرداروں پر مہربان ہوں اور فتنہ پردازوں کا دشمن، میری تلوار اور میرا کوڑا صرف اس کے لیے ہے جو میرے حکم کی خلاف ورزی کرے گا، پس ہر آدمی اپنا برا بھلا سمجھ لے، پھر اس نے قبائل کے ذمے داروں کو حکم دیا کہ کسی کے یہاں کوئی اجنبی یا خارجی یا مشکوک آدمی ٹھہرا ہو تو وہ فوراً اس کو پکڑ کر میرے پاس حاضر کرے، ہر شخص اپنے محلے کا ذمے دار ہے، جس محلے میں کوئی باغی ملے گا اس محلے کے رئیس کو اس کے دروازے پر پھانسی دی جائے گی۔''[1]

حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کے کان میں جب یہ باتیں پڑیں تو اس وقت وہ مختار بن ابی عبید کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے، انھوں نے فوراً مکان تبدیل کر دیا اور ہانی بن عروہ کے گھر جا پہنچے، انھوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کو اپنا مہمان بنالیا، اور ساتھ ہی کہا:

''تم نے مجھے بڑی ہی مصیبت میں ڈال دیا ہے، اگر میرے گھر کے اندر نہ آ گئے ہوتے تو میں کہتا مجھے معاف کرو، لیکن اب تو کچھ نہیں کہہ سکتا، آجاؤ۔''[2]

کوفے کے ایسے بے وفا ماحول میں ابنِ زیاد جیسے چست و چالاک اور سخت گیر منتظم نے حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کا پتا لگا ہی لیا۔ اس نے ہانی کو بلوایا جو بڑی

[1] الكامل في التاريخ، لابن أثير (٤/ ٢٤) تفسير الطبري (٥/ ٣٥٩)

[2] تاريخ الطبري (٥/ ٣٦٢) و ابن أثير (٣/ ٢٦٩)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مشکل سے آنے کے لیے تیار ہوئے، جب وہ آ گئے تو ابنِ زیاد نے انھیں آڑے ہاتھوں لیا اور انھیں کافی سخت سست کہا، ہانی نے اپنی صفائی دینی چاہی کہ میں نے حضرت مسلم رحمہ اللہ کو اپنے گھر نہیں بلایا تھا، بلکہ وہ خود ہی آ گئے تو میں انکار نہ کر سکا۔

ابن زیاد نے ہانی کو حکم دیا کہ تم فوراً اسے پکڑ کر میرے پاس حاضر کرو، وہ ابن زیاد کی یہ فرمایش پوری کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے، نتیجتاً ان کے ساتھ سختی کا معاملہ ہوا، ایسے نازک موڑ پر حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے جانثاروں کو آواز دی تا کہ ان کو لے کر گورنر ہاؤس پر حملہ کر دیں لیکن بمشکل چار ہزار لوگ ہی جمع ہو سکے، ابن زیاد نے محض حسنِ تدبیر سے اس چار ہزار کی جمعیت کو آناً فاناً منتشر کر دیا، بالآخر حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ پکڑے گئے، محمد بن اشعث نے ان کو گرفتار کیا اور دوسرے روز ۹/ ذی الحجہ کو حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کو قتل کر دیا گیا، پھر یہی انجام ہانی کا بھی ہوا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصادر ومراجع

- تفسیر ابنِ کثیر (جلد:۳)
- تفسیر احسن البیان — حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ
- صحیح بخاری
- صحیح مسلم
- ماہِ محرم — تالیف: مولانا محمد منیر قمر
- صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ — مصنف: مولانا سعید احمد اکبر آبادی
- چند بدعات اور ان کا تعارف، — مصنف: علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی
  تلخیص وتہذیب: مولانا محمد منیر قمر
- واقعہ کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں — محمد ایوب سلفی۔
  ماہنامہ مجلّہ طوبیٰ، شمارہ مارچ ۲۰۰۳ء
  تہذیب وطبع جدید: ابو عدنان
- محرم الحرام ومسئلہ حضرت حسین و یزید — تالیف: مولانا عبد السلام رحمانی
- سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ — تالیف: اشفاق احمد خاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوفے کی طرف روانگی اور شہادت

خطبہ مسنونہ اور حمد و ثنا کے بعد:

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ [الحج: ٥٨]

''اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (اس کی رضامندی کے لیے) ہجرت کی (وطن چھوڑا) پھر وہ شہید کر دیے گئے یا اپنی موت سے مر گئے (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ ان کو بہترین رزق عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ ہی سب روزی دینے والوں میں سے سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔''

گذشتہ درس میں شروع کردہ موضوع کو ہی آگے بڑھاتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے اپنی موت سے قبل ایک تحریر لکھوا کر محمد بن اشعث کو دے دی اور انھیں وصیت کی کہ میرا یہ پیغام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ضرور پہنچا دینا، اس پیغام میں لکھا تھا:

''یہاں میں گرفتار ہو چکا ہوں، آپ شاید چل بھی نہ پائیں کہ میرا قتل ہو جائے، آپ کوفہ والوں پر بھروسا نہ کریں، ان لوگوں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا اور مجھ سے بھی جھوٹ ہی بولا۔ یہ تو آپ کے والد کے وہ ساتھی ہیں جن کی وجہ سے وہ موت یا شہادت و قتل کی تمنا کرنے لگے تھے۔''[1]

[1] تاريخ الطبري (٥/ ٣٧٥)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مگر اس سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت مسلم رحمہ اللہ کا وہ پیغام مل گیا جس میں تھا:

''آپ جتنی جلد ہو سکے کوفہ آجایئے، یہاں آپ کے لیے زمین بالکل ہموار ہے۔''

یہ پیغام پا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔

واقعاتِ کربلا سے متعلق سبھی کتبِ تاریخ میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے لیے روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگے تو ان کے رشتے داروں اور ان کے ہمدردوں نے انھیں روکنے کی پوری کوشش کی اور اس اقدام کے خطرناک نتائج سے ان کو آگاہ کیا۔ ان کو روکنے والوں میں سے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو درداء، حضرت ابو واقد اللیثی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نمایاں ہیں، انھوں نے بہت منت وسماجت کی کہ وہاں نہ جائیں حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ اگر بے ادبی نہ ہوتی تو ہم زبردستی آپ کو پکڑ لیتے اور ہرگز نہ جانے دیتے۔

کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو کم از کم اپنے بچوں کو نہ لے کر جائیں، مگر آپ نے ان کے جواب میں نہ عزمِ سفر ملتوی کیا اور نہ اپنے اس موقف کی دلیل پیش کی، دراصل ان کے دل میں یہ بات تھی کہ اہلِ کوفہ انھیں مسلسل دعوت دے رہے ہیں یقیناً وہاں جانا مفید ہوگا۔

۸/ ذوالحجہ یوم الترویہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے قافلے کے ساتھ کوفہ کی سمت روانہ ہوگئے، اور اسی دن کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ، ابنِ زیاد کے ہاتھوں گرفتار ہو رہے تھے۔ جب آپ نے کوفہ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا تو عمرہ نامی ایک خیر خواہ نے آپ کو کوفہ سے خط لکھا۔ خط میں اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے ارادے اور اس کے انجام کی ہولناکی کا احساس دلایا اور یہ بھی لکھا کہ آپ اپنی قتل گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ اس نے اس حدیث کو بھی لکھا تھا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: آج میرے گھر میں وہ فرشتہ آیا ہے جو پہلے کبھی نہیں آیا اور اس نے کہا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ مٹی دکھا دوں۔'' آپ نے یہ پڑھ کر کہا: ''پھر تو لازماً وہیں میری قتل گاہ ہو گی۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''حسین! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اس قوم کی طرف، جس نے آپ کے والد کو قتل کیا، آپ کے بھائی کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔'' حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میرے نزدیک مکہ میں خون خرابا کروانے سے بہتر یہ ہے کہ میں مکہ سے نکل جاؤں۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ تشریف لائے تو انھیں خبر ملی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف چلے گئے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فوراً پیچھے گئے اور دو راتوں کے فاصلے کا سفر طے کر کے ان سے جا ملے۔ ان سے پوچھا: ''کہاں جا رہے ہیں؟'' فرمایا: ''عراق جا رہا ہوں۔''

اس وقت آپ کے پاس اہلِ عراق کی طرف سے لکھے گئے خطوط کے پلندے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''آپ وہاں نہ جائیں۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ ان لوگوں کے خطوط اور بیعت کے ثبوت ہیں۔''

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں، لیکن ناکام رہے، بالآخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا:

''اللہ کے سپرد! شہادت آپ کا مقدر بن چکی ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

تمام تاریخی کتب میں آیا ہے کہ جب آپ مقام ''زبالہ'' پر پہنچے تو حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کے قتل کی خبر اور وہ پیغام بھی پہنچ گیا جس میں حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے انھیں کوفہ آنے سے روکا تھا۔ اس المناک خبر کے سننے کے بعد اہلِ کوفہ پر آپ کا اعتماد متزلزل ہو گیا اور آپ نے واپسی کا عزم ظاہر کیا، لیکن حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کے بھائیوں نے یہ کہہ کر واپس ہونے سے انکار کر دیا کہ ہم تو اپنے بھائی مسلم کا بدلہ لیں گے یا خود مر جائیں گے۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمھارے بغیر میں بھی جی کر کیا کروں گا۔''

یہ کہہ کر آگے چل پڑے۔ جب یہاں سے آگے بڑھے تو ابنِ زیاد کا گھوڑ سوار دستہ سامنے نظر آ گیا جو قادسیہ میں متعین تھا، اس کو دیکھ کر آپ نے اپنا رخ قادسیہ اور کوفہ سے ہٹا کر کربلا کی طرف کر دیا، یہاں نزول فرما کر آپ نے اپنے خیمے لگوائے، اس وقت آپ کے ساتھی پینتالیس (۴۵) سوار اور سو (۱۰۰) پیادے تھے۔

تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کربلا پہنچے تو گورنرِ کوفہ ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کو مجبور کر کے آپ کے مقابلے کے لیے بھیجا، عمر بن سعد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے گفتگو کی۔ متعدد تاریخی روایتیں یہ بتلاتی ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے تین شرطیں رکھیں۔ انھوں نے کہا ''میری ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک قبول کر لو:

1- میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس ہو جانے دو۔
2- یا مجھے براہِ راست یزید کے پاس چلے جانے دو تا کہ میں اس کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے سکوں (یعنی بیعت کر لوں)۔
3- یا کہو تو ان سرحدوں کی طرف نکل جاؤں جہاں میدانِ جہاد گرم ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ تجاویز قبول کر کے ابنِ زیاد کو طلاع بھیجی مگر وہاں سے جواب آیا کہ نہیں بلکہ انھیں پہلے میرے ہاتھ میں ہاتھ رکھنا ہو گا، جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہلِ کوفہ کی بے وفائی کا یقین ہوگیا تو ہر طرح کے مطالبے سے دست بردار ہوگئے، مخالفوں نے نہ انھیں وطن جانے دیا، نہ جہاد پر اور نہ یزید کے پاس جانے پر رضا مند ہوئے، بلکہ قید کرنا چاہا مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں! قسم اللہ کی ایسا کبھی نہیں ہوگا۔''[1]

ابنِ زیاد کی یہ خواہش تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید سے پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت کریں، پھر وہ اپنے اہتمام سے انھیں یزید کے پاس بھیجے گا، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی شرطوں کو مسترد کر دیا جس پر لڑائی چھڑ گئی۔ وہاں موجود یزید کے سپاہیوں نے اپنی باتوں پر اصرار کر کے آپ کی عزت و خودداری کو چیلنج کیا جس کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، چمنستانِ نبوت کے پھول، نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت کے راستے پر قدم رکھ دیا۔ انھوں نے جس چیز کو حق سمجھا تھا اس کا دفاع کرتے ہوئے موت کو قبول کر لیا۔ اس میں تمام رفقائے حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور بالآخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بھی مظلومانہ شہادت کا حادثۂ فاجعہ پیش آ گیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

آپ کی شہادت کا یہ نہایت المناک واقعہ، دس محرم الحرام ۶۱ ہجری کو پیش آیا تھا۔[2]

پانی کی بوند کے لیے ترسنا؟

واقعاتِ کربلا بیان کرنے والے اس بات کو بھی بیان کرتے ہیں کہ حسینی قافلہ

[1] تاريخ الطبري (٥/ ٣٨٩)

[2] البداية والنهاية (٨/ ٧٠) و الكامل لابن أثير (٣/ ٢٨٣)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میدانِ کربلا میں پانی کی بوند کے لیے ترستا رہ گیا، کیوں کہ ان کا پانی بالکل بند کر دیا گیا تھا۔ بعض تاریخی روایتوں میں پانی کی یہ بندش ۷ محرم الحرام سے بتائی گئی ہے، لیکن بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ حسینی قافلہ دس محرم کو کربلا پہنچا اور اسی دن آناً فاناً جنگ اور شہادت کا یہ دلدوز واقعہ پیش آ گیا۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جنگ سے پہلے غسل کیا اور مسک (کستوری) سے اپنے آپ کو معطر کیا۔ نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ میدانِ کربلا دریائے فرات کے کنارے واقع تھا، یہاں پانی زمین کی سطح سے اتنا قریب تھا کہ تھوڑی سی زمین کھودو اور پانی لے لو، معجم البلدان میں یاقوت حموی نے کربلا کے ذیل میں یہ صراحت کی ہے کہ کربلا کی زمین سرسبز و شاداب تھی، لہٰذا قافلے کا پانی کی بوند کے لیے ترسنا حقیقت نہیں، بلکہ محض ایک افسانہ ہے۔

خواتین کی بے حرمتی؟

خواتین کی بے حرمتی کے سلسلے میں جو روایتیں موجود ہیں وہ روایات ہر اعتبار سے نا قابلِ قبول اور نا قابلِ اعتماد ہیں۔ اُس واقعہ کا راوی حمید بن مسلم ہے جس کے بارے میں ائمۂ رجال کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ جھوٹا اور افسانہ تراش ہے۔

جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی خواتین کو باندی اور قیدی بنا کر شہر شہر گھمایا گیا، یہ بالکل جھوٹ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے آج تک کبھی کسی ہاشمی خاتون کو باندی نہیں بنایا اور نہ اسے امتِ محمدی نے کسی حال میں بھی جائز رکھا ہے۔ تاریخ میں کہیں یہ ثابت نہیں ہے کہ مسلمانوں نے کسی زمانے میں بھی کسی ہاشمی عورت کو کنیز بنایا ہو، یا کبھی بنو امیہ اور یزید نے ایسا کیا ہو، بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پسماندگان یزید کے محل میں داخل ہوئے تو اُن کی مصیبت پر ایک ماتم برپا ہو گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نوشتۂ تقدیر:

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ دراصل نوشتۂ تقدیر تھا جو پورا ہوا، ورنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بزرگ ترین صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیک زبان ہوکر سمجھایا کہ آپ عراق کا قصد نہ کریں، یہ غداروں اور دھوکے بازوں کی سرزمین ہے، ان لوگوں کے مدّ نظر صرف آپ کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی مصلحت تھی مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ مانے۔ راستے میں مسلم بن عقیل کی خبر ملتی ہے اور کوفہ کے لوگوں کی غداری کا پردہ فاش ہو جاتا ہے، پھر بھی آپ واپس نہیں ہوئے، میدانِ کربلا میں پہنچ کر مصالحت کی بات آتی ہے، ممکن تھا کہ اگر یزید کے دربار میں پہنچ جاتے تو ''صلحِ حسن'' کا نقشہ سامنے آجاتا، لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، ابنِ زیاد نے آپ کی تینوں پیش کشیں رد کر دیں اور کاتبِ تقدیر کے ہاتھوں جو رقم ہو چکا تھا، وہ وجود میں آکر رہا۔

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید:

ابنِ زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر اور ان کے اہلِ خانہ کو ایک آدمی کے ساتھ یزید کی خدمت میں بھیجا، واقعۂ کربلا کی کہانی سننے کے بعد یزید کی جو کیفیت ہوئی تاریخ میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

> ''واقعے کی خبر سن کر یزید کی آنکھیں بھر آئیں اور بہت رنجیدہ ہوئے، انھوں نے کہا: اے ابن زیاد! میں تو قتلِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بغیر بھی تم سے راضی رہتا، اللہ ابن سمیہ (ابنِ زیاد) کو غارت کرے، قسم اللہ کی! میں اس کی جگہ ہوتا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے درگزر ہی سے کام لیتا، اسے ہرگز قتل نہ کرتا۔ پھر اُس نے کہا: اللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ اور پھر اس آدمی کو کوئی انعام اور صلہ نہ دیا۔''[1]

[1] تاريخ الطبري (٥/ ٤٦٠)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہلِ خانہ کے ساتھ یزید کا رویہ:

کئی معتبر روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہلِ خانہ کے ساتھ نہایت ادب و احترام کا معاملہ کیا۔ یزید کے محل میں شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ پر کافی افسوس اور تکلیف کا اظہار کیا گیا۔ یزید نے ان کے لیے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ لوگ دمشق میں ہی رہنا چاہتے ہوں تو یہاں آپ لوگوں کے لیے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آپ کی ساری ضروریات یہاں پوری کی جائیں گی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہلِ خانہ کی جانب سے انکار پر یزید نے انھیں عطیات و تحائف دے کر باعزت مدینہ منورہ کے لیے رخصت کیا اور ان کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔

یزید کون تھا؟

واقعۂ کربلا کا تاریخی پس منظر بیان کر لینے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اعتدال پر مبنی رائے پیش کر دی جائے تاکہ واقعہ کا صحیح رخ سامنے آجائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی مشہور و معروف کتاب ''منہاج السنہ'' میں فرماتے ہیں:

> ''یزید کے بارے میں لوگوں نے بہت افراط و تفریط سے کام لیا ہے، ایک گروہ اسے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بلکہ انبیائے مقربین علیہم السلام میں سے سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ اسے باطن میں کافر و منافق بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے قصداً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور مدینہ منورہ میں قتلِ عام کرایا تاکہ اپنے رشتہ داروں کے خون کا انتقام لے جو بدر و خندق وغیرہ کی جنگوں میں بنی ہاشم و انصار کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے، وہ یزید کی طرف یہ باتیں منسوب کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اس نے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بعض اشعار پڑھے جن میں اس بات پر خوشی کا اظہار کیا۔

''اشعار کے الفاظ کچھ یوں ہیں: ''ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا قرض چکا لیا اور انصار سے غزوۂ بدر کا انتقام لے لیا۔

''مگر یہ ساری باتیں بالکل جھوٹ و باطل ہیں اور ان کا بطلان ہر وہ شخص محسوس کرسکتا ہے جسے حقائق کا علم ہو اور جو متقین و مؤمنین کی سیرت سے واقف ہو، اسی بنا پر ان باتوں کے قائل ایسے لوگ نظر نہیں آتے جو سنتِ نبوی کے علم میں معروف ہوں، نہ ایسے ذی فہم لوگ نظر آتے ہیں جو صحیح رائے اور صحیح علم رکھتے ہوں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ یزید مسلمان بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اور دنیا دار خلفا میں سے ایک خلیفہ تھا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے قصے کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''ایک مجہول السند روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے سامنے لا کر رکھا گیا تو اس نے آپ کے دندان کو اپنی چھڑی سے ٹھوکا دیا۔

''یہ روایت ازروئے سند ثابت نہیں۔ جن لوگوں نے واقعۂ شہادت کو قلمبند کیا ہے ان میں سے اکثر نے اس واقعہ میں بہت جھوٹ ملا دیا ہے، حتیٰ کہ واقعۂ شہادت کے مؤرخین میں سے بعض اہلِ علم، مثلاً: امام بغوی اور ابن ابی الدنیا بھی بے بنیاد روایتوں کے شکار ہوگئے ہیں، رہے وہ مصنف جو بلااسناد واقعات روایت کرتے ہیں تو اُن کے یہاں جھوٹ اور بھی زیادہ ہے۔ صحیح طور پر صرف یہ ثابت ہے کہ جب آپ شہید ہوگئے تو آپ کا سر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے لایا گیا، اُس نے آپ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے دانتوں کو کریدا اور آپ کے حُسن کی مذمت کی، مجلس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ دو صحابی موجود تھے، انھوں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ بعض روایتوں میں دانتوں کو کریدنے کا واقعہ یزید کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو بالکل غلط ہے، بلکہ اس کے مضمون ہی میں اس کے جھوٹے ہونے کا ثبوت موجود ہے، کیوں کہ جن دو صحابہ رضی اللہ عنہما کی موجودگی اس وقت یزید کے پاس بتائی گئی ہے کہ (انھوں نے یزید کی اس حرکت پر ٹوکا تھا) وہ اس وقت شام میں نہیں بلکہ عراق میں رہتے تھے۔ اور اس روایت کے برعکس متعدد لوگوں کی روایت ہے کہ یزید نے نہ قتلِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حکم دیا تھا، نہ اس کا یہ مقصد تھا، بلکہ وہ تو اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق آپ کا اعزاز وتکریم ہی پسند کرتا تھا، البتہ اس کی خواہش یہ تھی کہ آپ اس کی حکومت کے خلاف کسی قسم کے اقدام سے باز رہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس وضاحت کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یزید پر طعن وتشنیع اور سب وشتم کرنا اور اسے کافر ومنافق قرار دینا کسی بھی اعتبار سے درست نہیں ہے، بلکہ انھیں ایک مسلمان سمجھ کر ان سے حسنِ ظن رکھنا اور ان کی خطاؤں اور لغزشوں کی بخشش کے لیے اللہ سے دعائیں کرنا ایک مومن اور مسلمان کا فرض ہے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔''[1]

اس حدیث کی بنا پر عام مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور وہ مسلمان جو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٧٦)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خیر القرون کا ہو اور ایک صحابی کا بیٹا بھی ہو تو وہ بالاولیٰ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو گالی نہ دی جائے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِن کی مغفرت کی بشارت دی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں یہ صراحت ہے کہ غزوۂ قسطنطنیہ میں شریک لوگ مغفور لہم ہیں، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جو فوج لڑے گی اللہ ان کی بخشش فرمائے گا۔''[1]

اور یہ معلوم ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس فوج نے قسطنطنیہ پر لڑائی کی اس کا سپہ سالار یزید تھا۔ کیا ایسے ہوسکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسے شخص کے ہمراہ جہاد کے لیے جائیں جو شرابی کبابی یا فاسق و فاجر ہو؟ اور مسند احمد میں یہ وضاحت بھی موجود ہے:

"إِنَّ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ كَانَ أَمِيراً عَلَى الْجَيْشِ الَّذِيْ غَزَا فِيْهِ أَبُوْ أَيُّوْبَ"[2]

''اس لشکر کے امیر جس میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے، یزید ابنِ معاویہ تھے۔''

اس غزوے میں حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ ان کی وصیت کے مطابق یزید نے پڑھائی۔ آپ ایمان داری سے سوچ کر بتائیں کہ اس وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کیوں خاموش رہے جب کہ یزید نے میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھایا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور باقی کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اس غزوے میں شریک تھے، یزید کی امامت میں تمام نمازیں پڑھتے رہے، کہیں بھی یہ منقول نہیں ہے کہ کسی نے یزید کی امامت میں نماز پڑھنی ناپسند کی ہو۔ اسی غزوے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

[1] صحيح البخاري، كتاب الجهاد، رقم الحديث (٢٩٢٤)
[2] مسند أحمد (٥/ ٢١٦)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہم آپ کے سامنے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے بعض لوگوں کے اقوال بیان کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے یزید ابنِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے:

1 سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

"وَإِنَّ ابْنَهُ يَزِيْدَ لَمِنْ صَالِحِيْ أَهْلِهِ"[1]

''اور بلاشبہہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید، ان کے صالح افرادِ خانہ میں سے ہے۔''

2 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

"إِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ عَلَى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ"[2]

''بے شک ہم نے اس شخص (یزید) سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔''

یہاں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے "بَايَعْنَا" واحد متکلم کے بجائے جمع متکلم کا صیغہ استعمال فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بیعت کی تھی، جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت کی تھی ان کی تعداد 272 ہے۔ ان تمام مسلمانوں سے یہ سوال ہے جو یزید کو شرابی کبابی، فاسق و فاجر اور بے نمازی کہتے اور اسی طرح کے دیگر کئی جھوٹے الزامات لگاتے ہیں، ان لوگوں کی ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا رائے ہے جنھوں نے یزید کی بیعت کی تھی، ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں 2 عشرہ مبشرہ میں سے، 14 اصحابِ بیعتِ رضوان میں سے، 18 اصحابِ بدر میں سے، 5 ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن کی کل

[1] أنساب الأشراف بلاذري (٢/ ٣، ٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦١٧٨، ٧١١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧٣٥) أبو داود، رقم الحديث (٢٧٥٦) نسائی کبریٰ (٨٧٣٦) مسند أحمد (٥٧٠٩)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تعداد 272 ہے۔تو کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ایسے آدمی کی بیعت کر لی تھی جو ان برائیوں میں ملوث تھا۔ اپنے ایمان کو بچاتے ہوئے سوچ سمجھ کر یزید کے بارے میں اپنی زبان کو استعمال کریں کہ وہ ایسے تھا یا ویسے تھا۔ اگر آپ نے اس کو شرابی کبابی یا فاسق و فاجر کہا تو گویا آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نامزد کیے ہوئے امیر کو بُرا بھلا کہا۔

3 جو لوگ یزید کو گالی دیتے ہیں ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی ان کی تعریف کر رہے ہیں۔ انھیں کو یزید کی بیعت توڑنے کے لیے کہا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا، اس پر عبداللہ بن مطیع نے کہا: حضرت! آپ اس کی بیعت کیوں نہیں توڑتے؟ جبکہ یزید شراب پیتا ہے اور نماز کا تارک ہے اور کتاب اللہ کے احکام کو توڑتا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو کچھ کہتے ہو وہ باتیں میں تو یزید میں نہیں دیکھتا، میں اس کے پاس گیا اور کئی روز تک اس کے ہاں میں نے قیام کیا ہے، مگر میں نے اس کو نماز کی پابندی کرنے والا، نیکی کا متلاشی، سائل فقیر سے گفتگو کرنے والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پابندی سے عمل کرنے والا دیکھا ہے۔''[1]

4 حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کے الفاظ بھی یزید کی پوزیشن کو واضح کرتے ہیں جن میں انھوں نے کہا ہے:

''اللہ امیر المومنین کو احسن جزا عطا فرمائے، یعنی اللہ امیر المومنین یزید پر

[1] البداية والنهاية (١١/ ٦٥٣) تاريخ الإسلام للذهبي (٣/ ٩٣)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رحمت بھیجے اور انھیں نیک جزا عطا فرمائے۔"[1]

کیا حضرت زین العابدین رحمہ اللہ جیسا عظیم متقی اور پرہیز گار شخص کسی شرابی و زانی کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرسکتا ہے؟ جن کا سارا خاندان جس کے ہاتھوں لُٹ چکا ہو، وہ گواہی دے رہا ہو کہ یزید پر اللہ کی رحمت ہو، کیا آپ ایسا کرسکتے ہیں؟ آج کل کے بعض مولانا حضرات کو اس بات کی سمجھ کیوں نہیں آتی؟ ہمارا مقصد یزید کا دفاع نہیں ہے، بلکہ ہمارا مقصد ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع ہے جن کے ایمان کی گواہی ربِ کائنات نے دی ہے۔

پوری امتِ مسلمہ اور ہر خاص و عام سوائے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے یزید کی بیعت میں داخل ہوگئے تھے۔ جہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سوال ہے تو ان کے فضل و مرتبہ کا کوئی بھی مومن انکار نہیں کرسکتا، جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے جس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میرے دو خوشبو دار پھول ہیں۔

البتہ یزید کے خلاف ان کا اقدام ان کی اجتہادی غلطی تھی، جس پر وہ بھی قصور وار نہیں تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بلاشبہہ مظلوم شہید ہوئے جس طرح اور بہت سے صالحین کو ظلم و قہر کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کرنا پڑا ہے، لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کسی حال میں بھی اُن انبیا علیہم السلام کے قتل سے زیادہ گناہ و مصیبت نہیں جنھیں بنی اسرائیل قتل کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا قتل بھی ان کے قتل سے زیادہ گناہ و حادثۂ عظیم تھا، اور یہ تمام حوادث چاہے کتنے بھی دردناک کیوں نہ ہوں، ان پر بہرحال صبر کرنا چاہیے، اور "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" کہنا چاہیے، اور اہلِ ایمان کا یہی شیوہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل گناہِ عظیم تھا، جنھوں نے اس

[1] طبقاتِ ابن سعد اردو (۲۲۰/۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فعل کا ارتکاب کیا یا اس میں مدد کی یا اس سے خوش ہوئے وہ عتابِ الٰہی کے سزاوار ہیں، لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو اس قدر مبالغہ آمیز اہمیت دینا بھی درست نہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ان لوگوں کے قتل سے بڑھ کر نہیں جو اُن سے افضل تھے۔ مثلاً انبیاء، مؤمنین اولین، شہدائے یمامہ، شہدائے اُحد، شہدائے بئرِ معونہ، اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما و غیرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل تو آپ کو کافر و مرتد سمجھتے تھے کہ آپ کا قتل عظیم ترین عبادت ہے (نعوذ باللہ) برخلاف قتلِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کہ اُن کے قاتل انھیں ایسا نہیں سمجھتے تھے۔

چنانچہ جو لوگ یہ باتیں بیان کرتے ہیں کہ اس دن آسمان سے خون برسا تھا، جبکہ کبھی کسی کے قتل پر ایسا نہیں ہوا، یا یہ کہ آسمان پر سرخی چھا گئی تھی، یا یہ کہ اُس دن ہر پتھر کے نیچے تازہ خون موجود ملتا تھا، یہ سب بالکل جھوٹ اور خرافات ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو بلاشبہہ اسی طرح مظلوم شہید ہوئے جس طرح اور بہت سے صالحین ظالم و قاہر کے ہاتھوں جامِ شہادت پی چکے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک شیعی عالم کی کتاب "منهاج الكرامة في معرفة الإمامة" کے جواب میں اپنی گراں قدر تصنیف "منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض و الضلال" تحریر فرمائی جو لوگوں میں "منهاج السنة" کے نام سے مشہور ہوئی، اس کے جزءِ ثانی کے بیس صفحات میں (ص: ۲۳۷ تا ۲۵۶) آپ نے اس موضوع پر طویل بحث کی ہے، نیز مجموع فتاوی کے اجزاء: (۳، ۴، ۲۵، ۲۷) اور اس کے علاوہ بھی بعض اجزاء میں اور بعض دوسری تصنیفات میں بھی اس موضوع پر مختصر و مطول بحثیں موجود ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے قریب کربلا میں شہید کیے گئے، اور ان کا جسم کربلا ہی میں دفن کیا گیا اور ان کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کوفہ لے جایا گیا، جیسا کہ امام بخاری وغیرہ ائمہ کرام نے روایت کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا شرف عطا کیا۔''

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اگرچہ امت کے لیے بہت بڑی مصیبت ہے، لیکن خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں ہرگز مصیبت نہیں۔ بلکہ شہادت عزت اور علوِ منزلت ہے۔ یہ سعادت بغیر مصائب ومحن میں پڑے حاصل نہیں ہوسکتی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے پیش رو شہدائے کرام کا نمونہ پیش کیا اور کیوں نہ ہو، وہ اور اُن کے بھائی نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سردارانِ شبابِ اہل الجنہ جو ٹھہرے اور جن کی پرورش گہوارۂ اسلام میں ہوئی، امن و امان کی گود میں پلے اور ہولناک مصائب سے دور رہے کہ جن طوفانوں میں ان کے اہلِ بیت مردانہ وار تیرتے پھرتے تھے، اس لیے شہدائے خوش بخت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لیے انھیں کٹھن مرحلے سے گزرنا ضروری تھا، چنانچہ دونوں گزر گئے ایک کو زہر دیا گیا اور دوسرے کو قتل و شہید کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو شہادت کا شرف عطا کیا جو ان دونوں کی کرامت و بلندیٔ درجات کا موجب ہوا۔[1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے یومِ عاشوراء کے دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت کا عظیم رتبہ عطا کیا اور یہ شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خاندان کی کوئی پہلی شہادت نہ تھی۔ وہ اس راہ پر چلنے کے ہمیشہ خواہش مند رہے۔''

قاتلانِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ دنیا کے لیے نشانِ عبرت بن گئے:

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق امام حاکم، حافظ ذہبی اور حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ وغیرہ نے یہ صراحت کی ہے کہ کربلا کے جس مقام پر یہ خونی المیہ وقوع پذیر ہوا اس کا نام ''طف'' ہے۔

لاریب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت

[1] دیکھیں: منهاج السنة (٤/ ٥٤٩۔ ٥٦٠)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور نافرمانی ہے۔ اس سے وہ تمام آلودہ ہیں جنھوں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا یا قتل میں مدد کی یا قتل کو پسند کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پوری امتِ مسلمہ کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا۔ یہ تاریخ کا دل ہلا دینے والا المیہ تھا جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنے والوں کے نصیب میں ذلت اور رسوائی لکھی گئی۔ ان لوگوں کو فوراً اور نہایت بھیانک طریقے سے سزا مل گئی تھی جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنے میں شریک تھے۔ مختار ثقفی اور اس کے ہمنواؤں نے بلائے ناگہانی بن کر ان سب کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا تھا۔

عبید اللہ بن زیاد کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما پر اُس کے ظلم کی جو سزا اِس دنیا میں دی، اس نے اسے دنیا کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا، چنانچہ مشہور تابعی حضرت عمارہ بن عمیر تیمی رحمہ اللہ سے ایک ضعیف روایت میں آیا ہے:

> ''جب عبید اللہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے سر کوفہ لائے گئے تو کوفہ کے ''رحبہ'' نامی محلّہ کی ایک مسجد میں ان کو ایک دوسرے پر رکھ دیا گیا۔''
>
> عمارہ کہتے ہیں: ''میں وہاں گیا تو لوگ کہہ رہے تھے: وہ آیا، وہ آیا، اتنے میں وہاں ایک سانپ نمودار ہوا اور ان سروں کے درمیان گھس گیا، پھر وہ عبید اللہ بن زیاد کے نتھنے سے اس کے سر میں گھس گیا، اور تھوڑی دیر سر میں رہنے کے بعد باہر آ گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد پھر لوگوں نے کہا: وہ آیا، وہ آیا، اور جس طرح وہ پہلے اس کے نتھنوں سے اس کے سر میں گھسا تھا، اسی طرح دو یا تین بار کیا۔''[1]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ساتھ ظلم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی موت دی جو قیامت تک کے لیے عبرت کا نشان بن گئی۔

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٧٨٠) لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

- تفسیر ابنِ کثیر (جلد:۳)
- تفسیر احسن البیان — حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ
- صحیح بخاری
- صحیح مسلم
- ماہِ محرم — تالیف: مولانا محمد منیر قمر
- صدیقِ اکبر — مصنف: مولانا سعید احمد اکبر آبادی
- چند بدعات اور ان کا تعارف — مصنف: علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی
  تلخیص وتہذیب: مولانا محمد منیر قمر
- واقعہ کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں — محمد ایوب سلفی۔ ماہنامہ مجلّہ طوبیٰ، شمارہ مارچ ۲۰۰۳ء
  تہذیب وطبع جدید: مولانا محمد منیر قمر
- محرم الحرام — تالیف: علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ
  ومولانا عبد السلام رحمانی
- سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ — تالیف: اشفاق احمد خاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور مقامِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

خطبہ مسنونہ اور حمد و ثنا کے بعد:

مقامِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

اب ہم شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کریں گے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے شیطان کو بدعتوں اور ضلالتوں کو پھیلانے کا خوب موقع ملا، کچھ لوگ یومِ عاشوراء (محرم کی ۱۰ تاریخ کو) خلافِ شرع نوحہ و ماتم کرتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہلِ خانہ کی شہادت کے غم میں ماتمی مجلسیں منعقد کرتے ہیں۔ گال پیٹتے، بال نوچتے اور سینہ کوبی کرنے کے علاوہ اپنے آپ کو زخمی بھی کرتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ سلف صالحین، آلِ فاطمہ اور آلِ علی رضی اللہ عنہم کے سوا دوسرے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرّا بازی و دشنام طرازی کرتے اور انھیں برا بھلا کہتے ہیں۔ گالیاں دیتے اور ان پر لعنت کرتے ہیں، اور ان لوگوں تک کو لپیٹ لیتے ہیں جنھیں واقعۂ شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے دور و نزدیک کا کوئی بھی تعلق نہ تھا، بلکہ ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ﴾ کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی سورۃ التوبہ (آیت: ۱۰۰) میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾

''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدّم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں۔''

قرآنِ کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین گروہوں کا ذکر کیا ہے: ایک مہاجرین کا جنھوں نے دین کی خاطر اللہ اور اس کے حکم پر مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آ گئے۔ دوسرے انصار کا جو مدینہ میں رہایش پذیر تھے۔ انھوں نے ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی بھی خوب پذیرائی اور تواضع کی اور اپنا سب کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہاں ان دونوں گروہوں کے سابقون اوّلون ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی دونوں گروہوں میں سے وہ افراد جنھوں نے اسلام قبول کرنے میں سب سے پہلے سبقت کی۔ تیسری قسم وہ ہے جو خلوص اور احسان کے ساتھ ان مہاجرین و انصار کے پیروکار ہیں۔ اس گروہ سے مراد بعض کے نزدیک تابعین رحمہم اللہ ہیں جنھوں نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا، لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت سے مشرّف ہوئے اور بعض نے اسے عام رکھا ہے، یعنی قیامت تک جتنے بھی انصار و مہاجرین سے محبت رکھنے والے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے مسلمان ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں۔ ان میں تابعین بھی آ جاتے ہیں۔

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة: ١٠٠]

''اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (ان کے لیے) یہ بڑی کامیابی ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ کریم کی اس آیت سے واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔ رضا اور غضب، اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، جیسے اس کی شان کے لائق ہیں، تاہم قرآنِ کریم کے ان الفاظ اور دیگر نصوص کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیاں قبول فرما لیں، ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرما دیا اور وہ ان پر ناراض نہیں، کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے لیے جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت کیوں دی جاتی جو اس آیت میں دی گئی ہے؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رضائے الٰہی عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ جب اللہ نے ان کی ساری لغزشیں معاف فرما دیں تو اب تنقیص وتنقید کے طور پر ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کرنا کسی مسلمان کی شان کے لائق نہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی محبت اور پیروی رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے اور ان سے عداوت اور بغض وعناد رضائے الٰہی سے محرومی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق جو رضا کا اعلان فرمایا ہے، یہ اس لیے کہ اللہ رب العزت جانتا تھا کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہترین تربیت کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم حق و سچ کے پیکر ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے خود ہی (دو طرفہ رضا مندی) کا اعلان فرما دیا۔ اس اعلان کا ہی یہ اثر ہے کہ عام طور پر اہلِ ایمان جب کسی صحابی کا نام لیتے ہیں تو بے ساختہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس اعلانیہ رضا مندی کے بعد کوئی شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ناراضی کا حق نہیں رکھتا، اور اگر وہ اس کے بعد بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ناراض ہوتے ہیں، انھیں بُرا بھلا کہتے ہیں، ان کے لیے دل میں بُغض رکھتے ہیں تو وہ گویا اعلانِ الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، اس کے لیے میری طرف سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اعلانِ جنگ ہے۔''[1]

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑا ولی کون ہوسکتا ہے؟ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں مت دو، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو بھی میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ایک مٹھی دانے صدقہ کرنے، بلکہ اس سے آدھے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔''[2]

ایک اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے:

« مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ »[3]

''جس [شخص] نے میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو گالیاں دیں، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

اسی طرح ہی ایک اور حدیث میں ہے:

''جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیں، اس نے مجھے گالیاں دیں، جس نے مجھے گالیاں دیں، اُس نے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں۔''[4]

غرض یہ کہ اِن آیاتِ قرآنیہ اور ان احادیثِ نبویہ کے پیشِ نظر اہلِ علم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا اور لعن طعن کرنا کفر قرار دیا ہے۔ امام ابنِ تیمیّہ رحمہ اللہ نے ''الصارم المسلول'' میں نقل کیا ہے:

''فقہائے کوفہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے کو قتل کرنے اور رافضہ کو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٠٢)

[2] صحيح البخاري (٧/ ٢٥، رقم الحديث: ٣٦٧٣) صحيح مسلم (٨/ ١٦/ ٩٢)

[3] صحيح الجامع الصغير للألباني (١٦٨٥)

[4] عن أنس مرفوعاً، تطهير المجتمعات (ص: ٢٧٤ طبع قطر) الصارم المسلول (ص: ٥٧٧)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کافر قرار دینے کا قطعی فتویٰ دیا ہے۔''[1]

قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے:

''فقہا کے نزدیک جو شخص حلال سمجھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے وہ کافر ہے، اور جو حلال تو نہ سمجھے مگر گالی دے، وہ فاسق ہے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ؟:

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ابو بکر رضی اللہ عنہ، وہ ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق تھے، مسیلمہ کذّاب کو ختم کرنے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ، مومنوں کی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بابا ابو بکر رضی اللہ عنہ، مسلمانوں کے خلیفۂ اول ابو بکر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں پر آنے والے فتنوں کے لیے ایک ڈھال، بلکہ تلوار تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ، وہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، جو معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے گواہ، بلکہ تصدیق کرنے والے ''صدیق'' تھے، وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین مشیر تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھانے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سسُر ابو بکر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ، نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مقام پر تسلی دینے والے انتہائی نرم دل ابو بکر رضی اللہ عنہ۔

وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''میں ابو بکر کی بھلائیوں کا بدلہ دنیا میں نہیں دے سکا اس کا بدلہ میں نے اللہ جل شانہ پر چھوڑ دیا ہے۔''[2]

میری بہنو! وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جن کے گھر کا دروازہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھلا رہنے کی اجازت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، جب کہ باقی تمام دروازے بند کر دینے کا حکم دے دیا۔[3] محمد بن یوسف فریابی رحمہ اللہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دینے

[1] الصارم المسلول (ص: ٢٧٤)

[2] ترمذی، رقم الحدیث (٣٦٦١) صحیح الجامع الصغیر (٥٦٦١)

[3] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٣٩٠٤) صحیح الترمذی للألباني (٣٦٦٠)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

والے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

''وہ کافر ہے، اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا اور نہ اسے ہاتھ لگایا جائے گا، بلکہ اسے کسی لکڑی کے ذریعے گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا جائے گا۔''

ہمارے بکثرت اہلِ سنت بہن بھائی بھی شیعہ کی دیکھا دیکھی وہی سب کام کرتے ہیں جو شیعہ محرم کے مہینے میں کرتے ہیں، جبکہ ان لوگوں کا تو درحقیقت اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں، اگر یہ لوگ نبی ﷺ کی اولاد اور صحابۂ رسول ﷺ کے ساتھ پیار کرنے والے ہوتے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پہلے بھی بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے، ان کے لیے بھی کچھ کرتے۔

شہادتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

تاریخِ اسلام کے اوراق سے پتا چلتا ہے کہ اسی مہینے کی، یکم کو یعنی محرم کی پہلی تاریخ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔ کون عمر رضی اللہ عنہ؟ جن کے بارے میں نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔[1] وہ عمر رضی اللہ عنہ جن کی آسمان کا ہر فرشتہ عزت کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان خوف سے لرزتا تھا۔[2]

اے عمر رضی اللہ عنہ! تجھے سلام
تیرے نام سے آج بھی لرزتا ہے شیطان
تو میرے آقا ﷺ کی مراد ہے
علی رضی اللہ عنہ کا تو داماد ہے
اے عمر رضی اللہ عنہ تجھے سلام

کون عمر رضی اللہ عنہ! جو عدل و انصاف عام کر گئے۔

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٦٨٦) وحسنه و وافقه الألباني، المستدرك للحاكم، رقم الحديث (٤٤٩٥) وصححه و وافقه الذهبي، مسند أحمد، رقم الحديث (١٧٤٠٥)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٨٣) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٧٠٦)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے تمام مذاہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے اور اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت عدل ہے اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جو اس خصوصیت پر پورا اترتے ہیں۔ ان کی وجہ سے عدل دنیا میں عدلِ فاروقی ہو گیا، انھوں نے فرمایا تھا کہ ظالم کو معاف کر دینا مظلوموں پر ظلم ہے اور کہا: ''مائیں بچوں کو آزاد پیدا کرتی ہیں، تم نے انھیں کب سے غلام بنا لیا۔''

فرمایا: ''میں اکثر سوچتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں عمر رضی اللہ عنہ بدل کیسے گیا؟!''

وہ عمر رضی اللہ عنہ جو اسلامی دنیا کے پہلے خلیفہ تھے جنھیں ''امیر المومنین'' کا خطاب دیا گیا!

وہ عمر رضی اللہ عنہ دنیا کے واحد حکمران تھے جو فرمایا کرتے تھے: ''میرے دور میں اگر فرات کے کنارے کوئی بکری یا اونٹ بھی بھوک سے مر گیا تو اس کی سزا عمر کو بھگتنا ہو گی۔''[1]

وہ عمر رضی اللہ عنہ جن کے عدل کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کی سلطنت کے دور دراز علاقے کا ایک چرواہا بھاگتا ہوا آیا اور چیخ کر بولا: ''لوگو! آج حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے۔'' لوگوں نے حیرت سے پوچھا:

''تم مدینہ سے میلوں دور جنگل میں ہو تمھیں اس سانحے کی اطلاع کس نے دی۔''

چرواہا بولا:

''جب تک حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ زندہ تھے، میری بھیڑیں جنگل میں بے خوف پھرتی تھیں اور کوئی درندہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا، لیکن آج پہلی بار ایک بھیڑیا میری بھیڑ کا بچہ اٹھا کر لے گیا۔ میں نے بھیڑیے کی جرأت سے جان لیا کہ آج دنیا میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہیں۔''

وہ عمر رضی اللہ عنہ جو راتوں کو جاگ کر تجارتی قافلوں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

وہ فرمایا کرتے تھے: ''جو حکمران عدل کرتے ہیں، وہ راتوں کو بے خوف

[1] مصنف ابن أبي شيبة (٣٤٤٨٦)، السنة للخلال (٣٩٦) حلية الأولياء (١/ ٥٣) طبقات ابن سعد (٣/ ٣٥٠) وقال المنجد: حسن بمجموع طرقه إن شآء اللّٰه.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سوتے ہیں۔'' ان کا فرمان تھا: ''قوم کا سردار قوم کا سچا خادم ہوتا ہے۔''

وہ عمر رضی اللہ عنہ جنھوں نے اپنے دور میں توحید و رسالت کا جھنڈا آدھی دنیا میں لہرا دیا۔ جس جس خطے میں اسلام کا جھنڈا بھجوایا، وہاں سے آج بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں آتی ہیں، وہاں آج بھی لوگ اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں!

وہ عمر رضی اللہ عنہ جن کے دسترخوان پر کبھی دو قسم کے سالن نہیں رکھے گئے۔ وہ عمر رضی اللہ عنہ جنھوں نے کبھی نرم گرم بستر کا اہتمام نہ کیا، زمین پر سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جاتے۔ سفر کے دوران میں جہاں نیند آجاتی تھی وہیں کسی درخت پر چادر تان کر سایہ کرتے اور سو جاتے تھے۔ وہ عمر رضی اللہ عنہ جن کی مہر پر لکھا تھا:

''عمر! نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔''

میری بہنو! حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے بنائے ہوئے قوانین دنیا کے ۲۴۵ ممالک میں آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں! مگر آج کا مسلمان اپنی تاریخ کو بھول گیا ہے، وہ تاریخ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت پہ یہودیوں نے قبول کیا تھا کہ اگر ۱۰ سال مزید عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہ جاتے تو مشرق سے مغرب تک ایک یہودی بھی نہ بچتا اور ساری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے کے متعلق ابو رافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ قاتل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ چکیاں بنانے کا کام کرتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس سے روزانہ چار درہم وصول کیا کرتے تھے۔ ابو لؤ لؤ فیروز مجوسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! مغیرہ رضی اللہ عنہ نے میری آمدنی تنگ کر رکھی ہے۔ آپ اس سے میری سفارش کر دیجیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈر، اپنے مالک سے اچھا سلوک کر۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیت یہ تھی کہ وہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سفارش کر دیں گے، لیکن انھوں نے اپنے دل کی بات غلام سے نہیں کہی، چنانچہ غلام طیش میں آ گیا اور بولا: ''عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف میرے علاوہ ہر شخص کو پہنچ چکا ہے؟''

اس نے اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے ایک خنجر تیار کیا، اس کے ۲ سرے تھے، اسے تیز کیا، زہر میں بجھایا، پھر ہرمزان نامی شخص کے پاس آیا اور کہا: تمھارا اس خنجر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اگر تو کسی کو یہ خنجر مارے گا تو وہ بچ نہیں سکے گا۔ لہٰذا اسی وقت سے ابولؤ لؤ موقع کی تلاش میں رہا۔

ایک دن وہ فجر کی نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عین پیچھے صف میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نماز شروع کی۔ ابولؤ لؤ نے فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر وار کر دیا اور دوسرا ان کے پہلو میں کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے۔[1]

حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تو میں نے ان کی زبان سے تلاوت سنی، وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے:

﴿ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴾ [الأحزاب: ۳۷]

''اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پھیپھڑے پر وار کیا گیا تھا۔ وار کرنے والا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مجوسی غلام فیروز ابولؤلؤ تھا۔[2]

قتلِ فاروق کو بڑا کارنامہ قرار دیتے ہوئے شیعہ ان کے قاتل کو

[1] صحيح التو ثيق في سيرة وحياة الفاروق (ص: ۳۷۰)

[2] صحيح التو ثيق في سيرة و حياة الفاروق (ص: ۲۶۹)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''بابا شجاع الدین'' کہتے ہیں۔

میری بہنو! یکم محرم مسلمانوں کے عظیم قائد امیر المومنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہے۔مگر افسوس کہ مسلمانوں کی اکثریت کو پتا تک نہیں۔

شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق تاریخ گواہ ہے کہ اسلام میں صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی کی شہادت مظلومانہ یا دردناک نہیں ہوئی، بلکہ اگر ہم ۱۰ محرم کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ۱۸ ذی الحج کی تاریخ پڑھیں تو اس میں ایک ایسی شہادت دکھائی دیتی ہے جس میں شہید ہونے والے کا نام حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ہے۔ وہی عثمان رضی اللہ عنہ جنھیں ہم ذوالنورین کہتے ہیں، وہی عثمان رضی اللہ عنہ جسے ہم دامادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ وہی عثمان رضی اللہ عنہ جسے ہم خلیفہ سوئم کہتے ہیں، وہی عثمان رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی کا سارا خرچہ اٹھاتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت تو بیان کی جاتی ہے،قبل از اسلام اور بعد از اسلام کے واقعات بھی سنائے جاتے ہیں، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کی مظلومیت کو بیان نہیں کیا جاتا، ان کی در دناک شہادت کے قصے کوعوام کے سامنے نہیں لایا جاتا۔

میری بہنو! تاریخ کی چیخیں نکل جائیں اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومیت کا ذکر کیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ میں ظالموں نے بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا تھا،شقی القلب باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا اور ان کا تقریباً ۴۰ دن پانی بند رکھا گیا، یہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے جو کبھی امتِ محمدی کے لیے پانی کے کنویں خرید کر وقف کرتے تھے، وہی عثمان رضی اللہ عنہ جب قید میں پیاس کی شدت سے نڈھال ہوئے تو انھوں نے آواز لگائی: کوئی ہے جو مجھے پانی پلائے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو مشکیزہ لے کر عثمان رضی اللہ عنہ کا ساقی بن کر پانی پلانے آرہے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ ہائے! آج کربلا میں حضرت علی اصغر رحمہ اللہ پر برسنے والے بے بنیاد تیروں کا ذکر تو ہوتا ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشکیزہ پر برسنے والے تیروں کا ذکر کیوں نہیں کیا جاتا۔ باغیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشکیزے پر تیر برسانے شروع کیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا عمامہ ہوا میں اچھالا تاکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظر پڑے اور کل قیامت کے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ کو نہ کہہ سکیں کہ اللہ! جب میرے ہونٹ پیاسے تھے تو تیری مخلوق سے مجھے کوئی پانی پلانے نہ آیا، یہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں جن کو ۴۰ دن بھوکے پیاسے ایک گھر میں بند کیے رکھا گیا۔

وہ عثمان رضی اللہ عنہ کسی سے ملاقات نہیں کر سکتے، یہ وہی دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی مجلس میں بیٹھنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جوق در جوق آیا کرتے تھے۔ ہائے عثمان! میرے بس کی بات نہیں کہ میں تیری شہادت کو بیان کروں، یوں لگتا ہے جیسے دل پھٹ جائے گا۔

میری بہنو! ۱۸/ ذی الحج محرم سے پہلے ۳۵ ہجری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲ بیٹیوں کے شوہر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو ٹھوکریں ماری جا رہی تھیں، جب کہ آپ روزے کی حالت میں تھے۔ اس دن باغی دیوار پھلانگ کر آتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی کھینچتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، پھر ایک باغی نے پیٹ پر برچھی ماری، دوسرا باغی لوہے کا آہنی ہتھیار سر پر مارتا ہے، ایک تلوار نکالتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ دیتا ہے، وہی ہاتھ جس ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ میری بہنو! جس عثمان رضی اللہ عنہ سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔[1] آہ! آج اس عثمان رضی اللہ عنہ کے جسم پر برچھی مار کر انھیں لہولہان کر دیا گیا، وہ عثمان رضی اللہ عنہ جس نے بیماری کی حالت میں بھی بغیر کپڑوں کے کبھی غسل نہ کیا تھا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے تو ظالموں

[1] سلسلة الأحاديث الصحيحة (٤/ ٢٥٩)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ٹھوکریں مارنی شروع کر دیں جس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پسلیاں تک ٹوٹ گئیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں کے ظلم سے شہید ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ پہلے کاتبِ وحی تھے جنھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مصحف کی املاء کی، انھیں عین کلامِ الٰہی کے سامنے شہید کر دیا گیا۔ ہاتھ کٹنے کے بعد بہنے والے خون کے چھینٹے اس مصحف پر پڑے جس کی آپ تلاوت فرما رہے تھے۔ یوں قرآنِ کریم بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا گواہ بن گیا۔ زندگی کی آخری ہچکی لیتے ہوئے ذوالنورین کی زبان سے یہ آسمانی لفظ نکلے:

﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [البقرة: ١٣٧]

''سو ان کے مقابلے میں آپ کو اللہ کافی ہے اور وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''[1]

جب خارجی آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا:

''میں دیکھتا ہوں کہ موت کسی طاقتور کو نہیں چھوڑتی، اس نے قوم عاد کے لیے شہروں میں کوئی جائے پناہ نہیں چھوڑی نہ کوئی چراگاہ باقی رکھی۔

''(موت) قلعہ بند لوگوں پر بھی رحم نہیں کرتی، حالانکہ وہ قلعہ بند ہوتے ہیں۔ موت وہ چیز ہے جو بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیاں پھلانگ کر بھی آدبوچتی ہے۔''[2]

میری بہنو! بد بخت ہیں وہ لوگ جو ان کو بُرا بھلا کہتے ہیں، ان کے دل ایمان سے خالی ہیں۔ انہی کے متعلق شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

[1] تاريخ الطبري (٥/ ٣٩٨)

[2] فتنه مقتل عثمان رضی اللہ عنہ للدكتور محمد عبد الله الغبان (١/ ١٩١) البداية و النهاية (٧/ ١٩٢)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خالی ہے تیرا دل ادب و شرم و حیا سے!
نادان تجھے کیوں بُغض ہے اربابِ وفا سے!
اے دشمنِ فاروق تجھے اتنی بھی خبر نہیں کہ
فاروق کو مانگا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا سے

میری بہنو! یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

انھیں نہ عشقِ حسین نہ ذوقِ شہادت
غافل سمجھ بیٹھے ہیں ماتم کو ہی عبادت

شہادتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ:

اسی طرح انہی باغی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی نہایت بے دردی سے شہید کر دیا تھا۔ خارجیوں کی انتہا پسند تحریک میں تین اشخاص سب سے بڑی رکاوٹ تھے:

1. حضرت علی رضی اللہ عنہ
2. حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
3. حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

چنانچہ ایک دن اس قوم کے تین بد بخت اکٹھے ہوئے۔ انھوں نے طے کیا کہ ان تینوں کو ایک ہی دن فجر کی نماز کے وقت مسجد میں شہید کر دیا جائے، چنانچہ اس موقع پر ابن ملجم نے کہا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں، برک بن عبداللہ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذمے داری میں اٹھاتا ہوں۔ عمرو بن بکر نے کہا: حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ٹھکانے لگانے کے لیے میں حاضر ہوں، چنانچہ انھوں نے پکا معاہدہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے مطلوب کو قتل کرے گا، یا خود مر جائے گا۔ اس بات کے ساتھ ہی انھوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور سات رمضان کو ہر شخص اپنے اپنے مطلوب مقام کی طرف چل دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق میں اور حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر میں تھے۔ حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس دن بیماری کی وجہ سے فجر کی نماز کے لیے نہ جا سکے۔ ان کی جگہ حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، انھیں شہید کر دیا گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے آئے تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا مگر زخم کاری نہ تھا، اس لیے وہ بچ گئے۔

مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل عبد الرحمٰن بن ملجم نے، جو دنیا کا سب سے بد بخت اور شقی القلب انسان تھا، اس نے فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا۔ آپ شدید زخمی ہو گئے۔ ابن ملجم کو وہیں گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر کچھ نصیحتیں کیں اور اپنے قاتل کے بارے میں فرمایا کہ اسے کھانا کھلاؤ، پانی پلاؤ اور اچھی طرح رکھو، مگر اذیت نہ دو۔ اگر میں زندہ رہا تو خود دیکھوں گا کہ معاف کروں یا کوئی سزا دوں۔ ہاں! اگر میں فوت ہو جاؤں تو قصاص میں اس کو مار ڈالنا۔

. پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا: اے بنی عبد المطلب! میں مسلمانوں کا خون نہیں بہانا چاہتا۔ خبردار! بجز میرے قاتل کے اور کسی کو نہ مارنا۔ اے حسن! آگاہ رہو کہ میرے قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے (مُثلہ) نہ کرنا۔ یعنی اس کی ناک اور کان وغیرہ نہ کاٹنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جس تلوار سے وار کیا گیا تھا وہ زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ اور تلوار کے زخموں کے راستے زہر پورے جسم میں پھیل گیا اور یوں ۴۰ ہجری ۱۲ رمضان المبارک کو چچا زاد و دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی اور شہادت کے بعد حضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حسن رضی اللہ عنہ نے مجرم کو جیل سے نکالا اور اسے قتل کر دیا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کے بارے میں بڑا اختلاف ہے کہ ان کو کس جگہ دفن کیا گیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ تقریباً ۵۸۶ احادیث کے راوی ہیں۔ یہ خوارج وہی لوگ ہیں جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی، اب ان کا کچھ تعارف بھی ہو جائے۔

خوارج کا تعارف:

چودہ سو سال گزر گئے ہیں اور ان تمام صدیوں کے دوران میں بے شمار فتنے اسلام پہ حملہ آور ہوئے، لیکن ان تمام فتنوں میں سے سب سے خطرناک فتنہ جس کے متعلق ہادیِ عالَم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت شدت کے ساتھ اپنی امت کو خبردار کیا تھا وہ ان خوارج کا فتنہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں گے، وہ دین ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔ ان کے چہرے انسانوں کے اور دل بھیڑیوں کی طرح ظالم ہوں گے۔ وہ گھنی ڈاڑھیاں رکھیں گے اور ان کے پاجامے، شلواریں اور تہبند ٹخنوں کے اوپر ہوں گے۔ اور یہ کم عمر بچوں کو استعمال کریں گے اور کم ذہن لوگوں کو بھی استعمال کریں گے اور وہ مشرکوں سے مدد لیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں گے جو خود تو مسلح بغاوت نہیں کریں گے، مگر ان کے اقدامات کو سراہتے ہوں گے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم انھیں میدانِ جنگ میں ملو تو انھیں قتل کر دو، ان کا قتل باعثِ اجر ہے۔''[2]

---

[1] المعجم الكبير للطبراني (١، ٩٦، ١٠٥، رقم الحديث: ١٦٨)

[2] جزء كبير منه في البخاري، رقم الحديث (٦٩٣٠) مسلم، رقم الحديث (١٠٦٦) أبو داود، رقم الحديث (٤٧٦٧) صحيح ترمذي (٢١٨٨) نسائي (٤١٠٢) ابن ماجه ، رقم الحديث (١٦٨)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یہی نام نبیِ برحق ﷺ نے ان کے لیے استعمال کیا۔

میری بہنو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کانٹوں کی سیج ثابت ہوئی۔ انھیں اپنے دورِ خلافت میں سکون کا سانس لینا بھی نصیب نہ ہو سکا۔ پھر بھی انھوں نے ملکی انتظامات کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی۔ اور یہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، ظالموں نے سارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے۔ اسی طرح غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اتنے زیادہ زخم تھے کہ ان کے گھر والوں نے ان کی انگلی کے پَورے سے پہچانا تھا۔ اللہ کے دین کی خاطر ان صادقین نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور جامِ شہادت نوش کر لیا۔

میری بہنو!

اسلام وہ شجر نہیں جس نے پانی سے غذا پائی
دیا خون صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر اس میں بہار آئی

چنانچہ ہمیں انہی کی پیروی کرنی چاہیے، ان نفوسِ قدسیہ لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح (آیت: ۲۹) میں فرمایا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، اور آپس میں رحم دل ہیں۔''

اور ان ہی کی عظمت کا اعلان رسولِ اکرم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی میں ہے:

''میری امت میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن میں مجھے مبعوث کیا گیا،

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے ہیں۔''[1]

میری بہنو! موت کیسے بھی ہو، اس سلسلے میں شریعتِ اسلامیہ میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ اگر مصیبت آجائے، دل دکھوں سے بھر جائے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر آنکھوں کے راستے چھلک پڑے تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور اس طرح رونا اور آنسو بہانا جائز ہے، نبیِ کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ایسے کئی مواقع آئے جن پر نبی رحمت ﷺ کا آنسو بہانا ثابت ہے۔ نبی رحمت ﷺ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہانے اور دل کے حزن وغم پر عذاب نہیں کرے گا، البتہ اس کے عذاب دینے یا رحم فرمانے کا تعلق اِس سے ہے، اور یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔''[2]

شریعتِ اسلامیہ ہر معاملے میں چونکہ اعتدال پسند ہے، اس میں نہ خوشی کے مواقع پر اور نہ ہی غم کے حالات میں حدود اور پابندیاں توڑنا روا ہے، ایسے موقع پر عورت کی طبیعت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلام نے اس کے لیے شوہر کے سوا ہر عزیز کی مرگ کا صرف تین دن سوگ منانا جائز قرار دیا ہے، البتہ اگر کسی کا شوہر فوت ہوجائے تو اس عورت کو چار ماہ اور دس دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے۔[3]

اس مشار الیہا آیت اور ارشادِ نبوی ﷺ کے پیشِ نظر بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ جو چودہ سو سال پہلے کی موتِ شہادت پر سوگ منا رہے ہیں، وہ تعلیماتِ اسلام کے سراسر منافی فعل کا ارتکاب کرتے ہیں، جس کا کسی بھی طرح کوئی جواز نہیں ہے۔ تو کیا ان لوگوں کے ساتھ مل کر ہمیں بھی وہ سب کرنا چاہیے جو یہ

[1] صحيح مسلم (٢٥٣٤) فتاوىٰ ابن تيمية (٣/ ١٢٦) منهاج السنة (٢/ ٣٥) وقال: متواتر

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٠٤)

[3] سورة البقرة [آيت: ٢٣٦] صحيح البخاري (٩/ ٤٠١) صحيح مسلم (٥/ ١٠/ ١١٨)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لعنت کی گئی ہو؟ میرا خیال ہے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔

ایک سوال:

ان لوگوں سے میرا سوال یہ ہے کہ جو لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر پورا مہینا، بلکہ ۴۰ دن سوگ مناتے ہیں، ہر قسم کے جائز اور حلال کاموں پر انھوں نے پابندی لگائی ہوتی ہیں۔ اور انہی کے نانا جان کی وفاتِ شہادت کے دن خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں، اس دن اچھے اچھے کپڑے زیبِ تن کرتے ہیں، لوگوں کی دعوتیں کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں یہ کہ جشنِ عید مناتے ہیں، کیوں؟ یہ فرق کس لیے؟

جہاں تک میری معلومات ہیں وہ یہ ہے کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو یہود و عیسایوں کے طرزِ عمل پر چلتے ہوئے ایک سال گزرنے کے بعد اس کی سال گرہ مناتے اور خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ جب وہ فوت ہو جائے تو پھر یہ لوگ ایک سال کے بعد اس کی برسی مناتے ہیں اور اس پر یوں خوشیاں نہیں مناتے، بلکہ پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے ذکر و دعا میں مشغول نظر آتے ہیں اور یہی لوگ جو اپنے آپ کو عاشقِ رسول ﷺ کہتے ہیں یہی لوگ جس دن فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنتِ محمد مصطفیٰ ﷺ یتیم ہوگئیں، مدینہ منورہ میں تاریکی چھاگئی اور صحابۂ رسول ﷺ اپنے شدتِ غم سے اپنے حواس کھو بیٹھے، اس تاریخ کو یہ لوگ خوشیاں مناتے ہیں ..شیطان بھی کیا عجب کھیل کھیلتا ہے، نواسے کی شہادت پر ماتم اور نانا کی وفات کے دن میلاد کے نام پر جشن...اس سوال کا جواب مجھے آج تک نہیں ملا، یہ کیسا دین اور کیسی عبادت ہے؟

سراسر بدعت:

اس کے علاوہ بھی ہمارے لوگوں نے ان کی بہت ساری رسوم کو اپنایا ہوا ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثلاً: رافضی شیعہ حضرات کی دیکھا دیکھی اپنے بچوں کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے ہیں۔ انھیں کلاوے پہنائے جاتے ہیں۔ پھر وہ بچے در در جا کر بھیک مانگتے ہیں، پھر اس بھیک کی رقم سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلائی جاتی ہے۔

میری بہنو! اس بات کو نوٹ کریں کہ یہ لوگ جو اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آلِ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دکھ سے اپنے آپ کو ہر قسم کی خوشی سے محروم کر لیتے ہیں، ان سے میرا سوال ہے کہ کیا انھیں ان سے اتنا ہی پیار ہے کہ یہ اپنی جیب سے ان کے لیے فاتحہ بھی نہیں دلا سکتے، اگرچہ وہ شرعاً ثابت ہی نہیں۔ یہ لوگ یا تو اس بات کا اقرار کریں کہ ہمارا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، ہم اپنی جیب سے ان کے لیے کیوں پیسہ خرچ کریں۔ یا پھر بھیک نہیں، کیوں کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر نہ تو صدقے کا پیسہ لگتا ہے اور نہ بھیک کا۔

اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فقیر بنانا شریعت کی رو سے جائز ہوتا تو حضرت زین العابدین رحمہ اللہ اپنے بیٹے حضرت باقر رحمہ اللہ کو بناتے اور حضرت باقر رحمہ اللہ اپنے بیٹے حضرت جعفر رحمہ اللہ کو اور حضرت جعفر رحمہ اللہ اپنے بیٹے حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کو اور حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ اپنے بیٹے حضرت علی رضا رحمہ اللہ کو اور حضرت علی رضا رحمہ اللہ اپنے بیٹے حضرت محمد تقی رحمہ اللہ اور حضرت تقی رحمہ اللہ کو، وہ حضرت علی نقی رحمہ اللہ اور اپنے بیٹے حضرت حسن عسکری رحمہ اللہ کو ضرور عباس رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے، کیوں کہ یہ لوگ ان کے قرابت دار اور اولاد ہونے کے ناطے ان امور کو انجام دینے کے واقعتاً مستحق تھے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ رسومات صرف بدعت ہی نہیں، بلکہ شرک کے زمرے میں بھی آتی ہیں۔

بہت سے ناواقف لوگ ان بے سروپا روایات کو صحیح سمجھ کر ان پر عمل کرنے لگے، حالانکہ یہ سب روایات ضعیف اور یہ سب کام بدعت کے کام ہیں اور حضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حسین رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والوں نے اپنی طرف سے گھڑے ہیں، ائمہ اربعہ اور دوسرے اماموں رحمہم اللہ نے اس طرح کی کوئی بات نہیں لکھی ہے۔ بہر حال شیعہ کی قائم کردہ ایسی مجلسوں میں شرکت کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الأنعام: ٦٨]

''تجھے اگر شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ۔''

جعلی احادیث گھڑنے اور بیان کرنے والے انہی لوگوں کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہیں:

«إِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ»

''اُن سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔''[1]

یہی وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ رشتہ داری کرنا [یعنی روافض (شیعہ) میں شادی کرنا] ناجائز ہے، کیوں کہ ان کے دلوں سے ایمان ہٹ گیا ہے، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں سے جاتی رہی ہے۔[2]

کہنے کو تو ہم سب اپنے آپ کو مسلمان، دینِ اسلام پر چلنے والے اہلِ سنت و الجماعت کہلواتے ہیں، لیکن جہاں کہیں دین کے مقابلے میں رشتہ داری کی بات ہو تو پھر ہم دینِ اسلام کی سب باتوں کو بھول جاتے ہیں۔ جبکہ اپنے دنیاوی امور میں کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے ہم ہزار بار سوچتے ہیں کہ ہمیں کہاں سے گارنٹی کے ساتھ

[1] صحيح مسلم في المقدمة (٧) أبو داود (٤٣٣٣) سنن الترمذي (٢٢١٨) مسند أحمد (٨٢٦٧) صحيح الجامع، رقم الحديث (٨١٥١)

[2] ماہنامہ ''صراطِ مستقیم'' برمنگھم (جلد: ۱۲، شمارہ: ۴)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اچھی کوالٹی کی چیز ملے گی، اور کوشش کر کے ہم وہاں سے لیتے ہیں۔تو کیا ہمارا دین اتنا بے دام اور سستا سَودا ہے کہ اس کے اُمور میں ہم اصلی ونقلی کے بارے میں سوچنا اور قرآن وسنّت کی دلیل طلب کرنا یا پوچھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

ہمارا دین اسلام سب ادیان سے اعلیٰ ہے۔ جیسے ہمارے نبی ﷺ تمام نبیوں سے اعلیٰ مقام والے ہیں اسی طرح امتِ محمدیہ ﷺ بھی تمام امتوں سے اعلیٰ ہے۔ یاد رکھیے! معاملہ رشتے داری کا ہو یا اولاد کا، ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہی ہمارے لیے اولیٰ اور بہتر ہے اور اسی میں ہی ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فکرِ دین کی توفیق سے نوازے اور ہم سب کو صحیح دینِ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے اور ہر طرح کے شرک اور بدعات وخرافات سے محفوظ رکھے۔آمین ثم آمین۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

- تفسیر ابن کثیر
- تفسیر احسن البیان — حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ
- صحیح بخاری
- صحیح مسلم
- ماہِ محرم — تالیف: مولانا محمد منیر قمر
- صدیقِ اکبر — مصنف: مولانا سعید احمد اکبر آبادی
- چند بدعات اور ان کا تعارف — مصنف: علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی
  تہذیب: مولانا محمد منیر قمر
- واقعہ کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں — محمد ایوب سلفی۔
  ماہنامہ مجلّہ طوبیٰ، شمارہ مارچ ۲۰۰۳ء
  تہذیب وطبع جدید: مولانا محمد منیر قمر
- محرم الحرام ومسئلہ حضرت حسین و یزید تالیف: مولانا عبدالسلام رحمانی
- روشنی کے مینار — تالیف: عبدالملک مجاہد
- سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ — تالیف: اشفاق احمد خاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

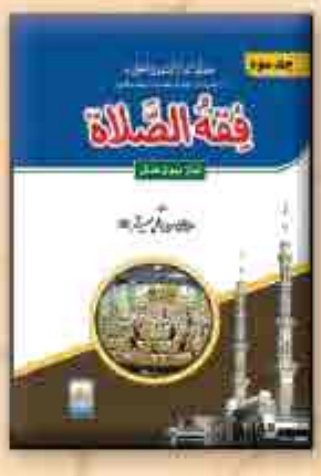

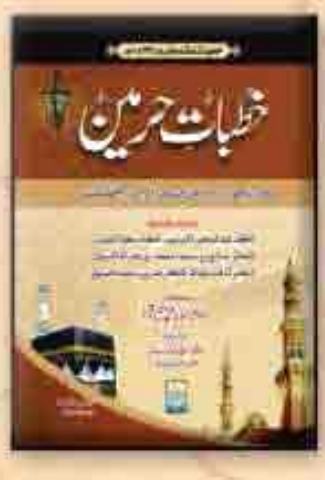

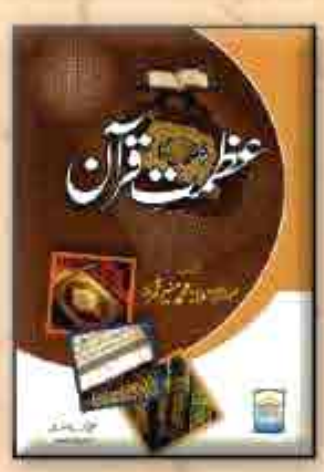

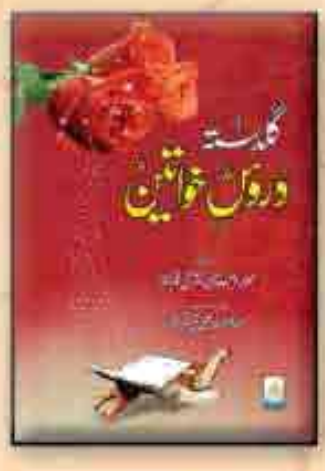

مکتبہ بیت السلام

لاہور۔ الریاض

غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

www.bait-us-salam.com bait.us.salam1@gmail.com

facebook.com/baitussalambookstore

0321-9350001, 0320-6666123, 042-37320422